Title

Brighto™
Inspired by Nature

Brighto AllColor

Décor assumes a different meaning with Brighto Special Coatings. They give your living space a prestigious decorative finish by creating a world of beauty, luxury and sophistication.

brighto.paints | Toll Free 08000-1973 | BrightoPaintsPK | www.brightopaints.com

Brighto™ PAINTS

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہم دین

کراچی

اگست 2018ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	محمد کاشف تبسم
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید فرید

آراء و تجاویز کے لیے

0304-0125750 | 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے

26-C گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی،

بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ:	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر):	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری):	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک	35 ڈالر

ناشر	مطبع	مقامِ اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہم دین

زیرِ سرپرستی

مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

فہم و فکر

جشنِ آزادی کا پیغام — مدیر کے قلم سے — 04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم — 05

فہم حدیث — مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ — 06

آئینہ زندگی — حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ — 08

مضامین

تجدیدِ عہد کا دن ۔۔۔ ۱۴ اگست — مولانا اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ — 10

محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ — طارق محمود — 12

پارٹ ٹائم منافق — ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی — 14

سلام اے وطن کے رکھوالو — اہلیہ مظفر — 16

احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ — حذیفہ رفیق — 18

مسائل پوچھیں اور سیکھیں — مفتی محمد توحید — 20

باورچی خانہ اور ہماری صحت — حکیم شمیم احمد — 23

خواتینِ اسلام

اپنے ننھے منے کو اسکول بھیجنا ہے یا — اُمِ مصطفیٰ — 25

باپ کا بیٹی کے نام خط — محمد دانش — 27

سچی خوشی — قرۃ العین ہاشمی — 28

بسنے سے پہلے اجاڑ دیتی ہے گھر لالچ جہیز کی — صبا یونس قریشی — 31

باغیچہ اطفال

گڈو میاں کا بکرا — اہلیہ محمد فیصل — 33

دھوبی کا گدھا — ڈاکٹر الماس روحی — 35

چاند کی سیر — سویرا فلک — 36

انعامات ہی انعامات — 40

بچوں کے فن پارے — 41

عیدِ قربان کی حقیقی خوشیاں — سعدیہ فاروق — 42

بزمِ ادب

میں پہلے مسلماں ہوں — ظفر علی خان — 44

میرا وطن — ارسلان اللہ خان — 45

ننھے ادیب — 46

گلدستہ — 48

اخبار السلام

خبرنامہ — ادارہ — 50

جشنِ آزادی کا پیغام

مدیر کے قلم سے

مہینہ بھی جشنِ آزادی کا ہے اور ''فہمِ دین'' کے ہاتھوں میں پہنچنے تک نئی حکومت بھی منتخب ہو چکی ہو گی۔ حکومت کے کام تو ابھی سر دست اللہ کے بعد حکومت ہی پر چھوڑتے ہیں، لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ ''ریاست کے پانچویں ستون'' پر کچھ عرض کروں۔

آپ کو حیرانی تو ہوئی ہو گی کہ ہمارے علم کے مطابق تو کسی بھی ریاست کے تین ہی ستون ہوتے ہیں، پھر یہ پانچواں ستون کہاں سے آگیا اور چوتھا ستون کونسا ہے؟ تو قارئین! ریاست کے طے شدہ ستون تو تین ہی ہیں؛ مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ۔

مقننہ پارلیمنٹ ہے، جو قرآن وسنت کی روشنی میں قانون سازی کی پابند ہے۔

عدلیہ کا کام ملک میں غیر جانبدار انصاف فراہم کرنا ہے اور

انتظامیہ کا کام قانون کی پاسداری کرتے ہوئے ملک کے مختلف شعبے چلانا ہے۔

فوج اور بیوروکریسی بھی انتظامیہ ہی کے تحت آتے ہیں، مگر جب سے آزادی کے نام پر میڈیا کو کسی ملک کے قوانین سے بے لگام کر کے عالمی مہروں اور نادیدہ قوتوں کا پابند کر دیا گیا ہے، تب سے یہ ریاست کا چوتھا ستون کہلانے لگا ہے اور صرف کہلانے ہی نہیں لگا، بلکہ عملی طور پر عالمی شاطروں کے اشاروں پر چلتا ہے، اپنی چرب زبانی سے عوام کے ذہنوں کو اغوا کرتا ہے اور ریاست کے اصل تین ستونوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش بھی کرتا رہتا ہے۔

کیا یہ بات سمجھنا میرے اور آپ کے لیے کچھ زیادہ مشکل ہے کہ مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کا انتخاب ملک کی عوام یا ملک کے ادارے ہی کرتے ہیں اور پھر ملک کی خدمت کرنے پر ان کو بھاری بھر کم تنخواہیں اور سہولیات بھی ملک کے خزانے سے ہی دی جاتی ہیں، لہٰذا تھوڑی بہت کمی بیشی کے ساتھ انہیں ملک کا وفادار بنے بغیر یا نظر آئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا، جبکہ اس کے مقابلے میں میڈیا جو ہر معاملے میں غیر جانب دار نظر آتا ہے، اس کی تنخواہیں ملک کے ذمے نہیں ہوتیں، ان کو ان خدمات کے عوض سہولتیں فراہم کرنا ملک کے ذمے نہیں ہوتا، ان کو تو کاروباری انداز میں اپنا چینل چلانا ہوتا ہے، یہ اشتہارات کے مرہونِ منت ہوتے ہیں، جو کاروباری ادارے بھی دیتے ہیں، حکومتیں بھی دیتی ہیں اور ملٹی نیشنل کمپنیاں اور عالمی لابیاں بھی، تو اب آپ خود اندازہ لگالیں کہ میڈیا جو ایک کاروباری کمپنی ہے، اس کی وفاداریاں کن کے ساتھ ہونی چاہییں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے لبادے میں تو غیروں نے ہمارے ملک پر قبضہ کیا تھا اور اب میڈیا کے لبادے میں اپنوں کو استعمال کر کے پھر غیر ہمارے ملک پر نہ سہی تو ہمارے ذہنوں کو تو مسخر کرنے لگے ہی ہوئے ہیں۔

قارئین گرامی! میڈیا کا تو آپ چوتھا ستون مانیں یا نہ مانیں، لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ ریاست کا ایک پانچواں ستون ضرور ہونا چاہیے اور وہ ہے ''عوام''۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کہیں کہ عوام تو مقننہ اور پارلیمنٹ کی پشت پناہ ہے اور وہاں بیٹھنے والے منتخب لوگ دراصل عوام اور جمہور ہی کی نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں، اس لحاظ سے عوام پانچواں نہیں، بلکہ ریاست کا پہلا ستون ہے، مگر میں یہ کہوں گا کہ سوشل میڈیا کے دن بہ دن بڑھتے ہوئے رجحان کے بعد معاملہ اب ایسا نہیں رہا، اب یہ عوام پارلیمنٹ کی پشت پناہ ہونے کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا کے ذریعے بھی اپنا کردار ادا کرتی نظر آتی ہے، مگر افسوس اس بات کا ہے کہ عام طور پر یہ کردار بھی ایک کٹھ پتلی کا سا ہوتا ہے، اس لیے کہ سوشل میڈیا پر جو تحریک بھی زور پکڑتی ہے، اس کا منصوبہ بنانے والے عام طور پر سیکولر اور غیر ملکی این جی اوز ہوتی ہیں، اسے پُرکشش انداز میں تیار کر کے سوشل میڈیا پر لانچ کرنے والے بھی وہی ہوتے ہیں، میرے اور آپ جیسوں کا کام تو صرف لائیک کر کے ان کے پروپیگنڈے کو آگے بڑھانا ہوتا ہے اور یوں ملک وملت کے مفادات کو نقصان پہنچانے کے لیے بہت سے فتنے ریاست پر اور اس کے تینوں ستونوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، بلکہ بعض اوقات تو پورے ملک کو جام کر کے رکھ دیتے ہیں۔

ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیا ہماری عقلوں نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے؟ نہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ بات اصل یہ ہے کہ روزمرّہ زندگی میں ہمارا رابطہ منبر ومحراب سے کم زور سا ہوتا ہے اور اسکولوں میں اسلامیات کی تعلیم کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ بس شب وروز ہمارا واسطہ چینلز اور سوشل میڈیا سے ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں ہماری ذہن سازی قرآن وسنت کے بجائے سیکولر نظریات سے ہونے لگتی ہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہمیں قرآن وسنت کی باتیں عجیب لگنے لگتی ہیں اور منبر ومحراب کے وارث دوسری دنیا کی مخلوق نظر آنے لگتے ہیں اور یوں یہ عوام اور جمہور کی قوت جس کا اللہ رسول کے بعد کوئی مقابلہ نہیں ہے، وہ ملک وملت کی خدمت کے بجائے نہ چاہتے ہوئے بھی غیروں کی خدمت کرتے نظر آتے ہیں۔

قارئین! اس لحاظ سے یہ اہم موقع ہے کہ یہ آزادی کا مہینہ ہے، انتخابات بھی مکمل ہو چکے ہیں، اب بس ایک عزم کی ضرورت ہے، اس بات کا عزم کہ ہم قرآن وسنت کے مطابق ملک وملت کی بھرپور خدمت کرنے کے لیے اپنا تعلق منبر ومحراب اور مساجد ومدارس سے ضرور جوڑیں، تاکہ کوئی بھی ہمارے ذہنوں کو اغوا نہ کر سکے اور سوشل میڈیا پر جب بھی کوئی نیا میسج پھینکا جائے تو ہم اسے پاگلوں کی طرح لائیک کرنے کے بجائے ایک دفعہ قرآن وسنت کی روشنی میں سوچ کر یہ طے کر لیں کہ یہ ملک وملت کی بقا اور فلاح کے لیے بھیجا گیا ہے یا قوم کو بے وقوف بنا کر بیرونی اور عالمی پروپیگنڈوں کو پرموٹ کرنے اور ملک کے حقیقی اور مرکزی تین ستونوں کو جام کرنے یا کم زور کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے، جس دن ہمیں یہ بات سمجھ میں آجائے گی، اُس دن سوشل میڈیا کی دُنیا میں ہم حقیقی طور پر ایک آزاد ملک کے باشندے بن کر پوری دُنیا کو ''جشنِ آزادی مبارک'' کا پیغام دینے والے بن جائیں گے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

(آلِ عمران:100-106)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ
بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ 100

ترجمہ... اے ایمان والو! اگر تم اہلِ کتاب کے ایک گروہ کی بات مان لو گے تو وہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تم کو دوبارہ کافر بنا کر چھوڑیں گے۔ 100

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ
وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ھُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ 101

ترجمہ... اور تم کیسے کفر اپناؤ گے جبکہ اللہ کی آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں اور اس کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے؟ اور (اللہ کی سنت یہ ہے کہ) جو شخص اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لے، وہ سیدھے راستے تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ 101

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ 102

ترجمہ... اے ایمان والو! دل میں اللہ کا ویسا ہی خوف رکھو، جیسا خوف رکھنا اس کا حق ہے اور خبردار! تمہیں کسی اور حالت میں موت نہ آئے، بلکہ اسی حالت میں آئے کہ تم مسلمان ہو۔ 102

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ
اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ
مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْھَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَھْتَدُوْنَ 103

ترجمہ... اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ ایک وقت تھا، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، اللہ نے تمہیں اس سے نجات عطا فرمائی۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں کھول کھول کر واضح کرتا ہے، تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ۔ 103

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ 104

ترجمہ... اور تمہارے درمیان ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے، جس کے افراد (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کی تلقین کریں اور برائی سے روکیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ 104

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَ
ھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ 105

ترجمہ... اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا، جن کے پاس کھلے کھلے دلائل آچکے تھے، اس کے بعد بھی انھوں نے آپس میں پھوٹ ڈال لی اور اختلاف میں پڑ گئے۔ ایسے لوگوں کو سخت سزا ہوگی۔ 105

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ
اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ 106

ترجمہ... اس دن جب کچھ چہرے چمکتے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ پڑ جائیں گے! چناں چہ جن لوگوں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے اُن سے کہا جائے گا کہ کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیا؟ لو! اب پھر مزہ چکھو اس عذاب کا، کیوں کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔ 106

تشریح نمبر 1: اگر یہ یہودیوں کا ذکر ہے تو ایمان سے مراد ان کا تورات پر ایمان لانا ہے اور اگر منافقین مراد ہیں تو ایمان کا مقصد ان کا زبانی اعلان ہے، جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ تیسرا احتمال یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے، جو کسی بھی وقت اسلام سے مرتد ہو گئے تھے۔ پیچھے چوں کہ مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ خبردار! اسلام کو چھوڑ نہ بیٹھنا اس لیے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ واقعتاً مرتد ہو جائیں گے، ان کا آخرت میں کیا حال ہوگا۔

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا

ترجمہ... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بعض صحابہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ ہم سے مزاح فرماتے ہیں؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں (مزاح میں بھی) حق ہی کہتا ہوں (یعنی اس میں کوئی بات غلط اور باطل نہیں ہوتی) (جامع ترمذی)

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا اِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ حَامِلُكَ عَلٰی وَلَدِ نَاقَةٍ فَقَالَ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَلِدُ الْاِبِلُ اِلَّا النُّوْقُ

ترجمہ... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کے لیے اونٹ مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں میں تم کو سواری کے لیے ایک اونٹنی کا بچہ دوں گا۔“ اس شخص نے عرض کیا کہ ”میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اونٹ، اونٹنیوں ہی کے تو بچے ہوتے ہیں (یعنی ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی تو ہے، جو اونٹ بھی دیا جائے گا، وہ اونٹنی کا بچہ ہی ہوگا (جامع ترمذی، سنن ابی داوٗد)

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاِمْرَاَةٍ عَجُوْزٍ اِنَّهٗ لَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَجُوْزٌ فَقَالَتْ وَمَا لَهُنَّ؟ وَكَانَتْ تَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ فَقَالَ لَهَا اَمَا تَقْرَئِيْنَ الْقُرْاٰنَ اِنَّا اَنْشَاْنَاهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ اَبْكَارًا

ترجمہ... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا: ”کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔“ اس (بیچاری) نے عرض کیا کہ ”ان میں (یعنی بوڑھیوں میں) کیا ایسی بات ہے، جس کی وجہ سے وہ جنت میں نہیں جا سکیں گی؟“ وہ بوڑھی قرآن خواں تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا: ”تم قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھتی ہو اِنَّا اَنْشَاْنَاهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ اَبْكَارًا (جس کا مطلب یہ ہے کہ جنت کی عورتوں کی ہم نئے سرے سے نشوونما کریں گے اور ان کو نوخیز دوشیزائیں بنا دیں گے) (مسند رزین)

تشریح... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ دونوں حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیف مزاح کی مثالیں ہیں۔ بعض حدیثوں میں مزاح کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے، لیکن ان حدیثوں میں اس کا قرینہ موجود ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اسوۂ حسنہ اس بارے میں مندرجہ بالا حدیثوں سے معلوم ہوا ہے، وہ بھی اس پر قرینہ، بلکہ اس کی واضح دلیل ہے کہ ممانعت اسی مزاح کی فرمائی گئی ہے، جو دوسرے آدمی کے لیے ناگواری اور اذیت کا باعث ہو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهٗ

ترجمہ... حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو اور اس سے مزاح (یعنی مذاق) نہ کرو اور اس سے ایسا وعدہ نہ کرو، جس کی تم وعدہ خلافی کرو۔“ (جامع ترمذی)

تشریح... جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، اس حدیث میں مزاح کی ممانعت جس سیاق و سباق میں کی گئی ہے، اس سے یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ اسی مزاح کی ممانعت ہے، جو ناگوار اور اذیت کا باعث ہو۔

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
وہی اعلیٰ معیار
اب نیا انداز
SOY SAUCE
Authentic Taste
SYNTHETIC VINEGAR
Tangy Twist
WORCESTERSHIRE SAUCE
Traditional Recipe
CHILLI SAUCE
Sizzling Hot
www.shangrila.com.pk
ShangrilaPakistan

رمضان المبارک کے بعد کی زندگی

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

اللہ رب العزت کا احسان ہے کہ اللہ نے ہمیں رمضان کا مقدس مہینہ عطا فرمایا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم فرمایا کرتے تھے کہ ہم حضرت عارفی رحمۃاللہ علیہ کی خدمت میں رمضان کے بعد جب جاتے تو حضرت بڑی خوشی کا اظہار فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ الحمد للہ! ہم اللہ کی طرف سے بخشے بخشائے ہوگئے اور آپ کا اشارہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف کی طرف ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان رمضان میں محنت کرتا ہے، روزے رکھتا ہے اور اپنے اللہ کو راضی کرتا ہے تو عید کے دن اللہ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ ''اس مزدور کی مزدوری کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ جو اپنی مزدوری پوری کرلے؟'' تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ''اسے مزدوری پوری پوری دے دینی چاہیے۔'' پھر اللہ اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ''جو بھی آدمی عید گاہ میں حاضر ہوا ہے، میں نے ان سب کو بخش دیا ہے۔'' تو حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا مفہوم ذہن میں رکھ کر خوش ہوا کرتے تھے کہ اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ نے ہمارا پچھلا معاملہ صاف فرمادیا ہو گا۔

میرے عزیزو! اللہ نے یہ مقدس مہینہ ہمیں عطا فرمایا ہے، اب یہ ایک نئی زندگی ہے اور قرآن نے ایک عجیب انداز سے پیغام دیا ہے جو رمضان کے تسلسل کے ساتھ ہے۔ رمضان کے روزوں کا تذکرہ فرمایا، پھر جو لوگ روزہ نہیں رکھ سکتے رمضان میں کسی عذر کی وجہ سے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت تو ان کے لیے یہ پیغام دیا: **وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ** کہ گنتی پوری کرلو۔ شرعی عذر ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتے تو بعد میں ان کی گنتی پوری کرلو، رمضان کے علاوہ بھی ان کی گنتی پوری کروگے تو اللہ تمہیں رمضان والا ہی ثواب عطا فرمائیں گے۔ اللہ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا قرآن کریم میں: **وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ** اس میں عید کا تذکرہ فرمایا کہ اس میں اللہ کی بڑائی کا تذکرہ کرتے ہو، اسی طرح اسی تسلسل میں ایک بات کی کہ: **وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ** جیسے تمہیں یہ محسوس ہوا کہ میں رمضان میں تمہارے قریب تھا تو خیال رکھنا کہ میں رمضان کے بعد بھی تم سے دور نہیں ہوا بلکہ میں اب بھی تمہارے قریب ہوں۔ اور یہ قرب کا معاملہ صرف رمضان کے ساتھ نہیں ہے بلکہ میں اب بھی تمہارے قریب ہوں۔ ہاں! تم مجھ سے دور مت ہو جانا۔

حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے لوگ بڑی بڑی ریاضتیں اور بڑے بڑے مجاہدے کیا کرتے تھے اور اللہ والوں کے پاس جاکر اپنی اصلاح کی فکر کیا کرتے تھے، کیوں کہ ان کے اندر اپنی اصلاح کی فکر ہوا کرتی تھی، اپنے آپ کو بدلنے کی طلب بھی ہوا کرتی تھی، لیکن آج کے دور میں نہ وہ طلب رہی اور نہ وہ شوق رہا اور نہ

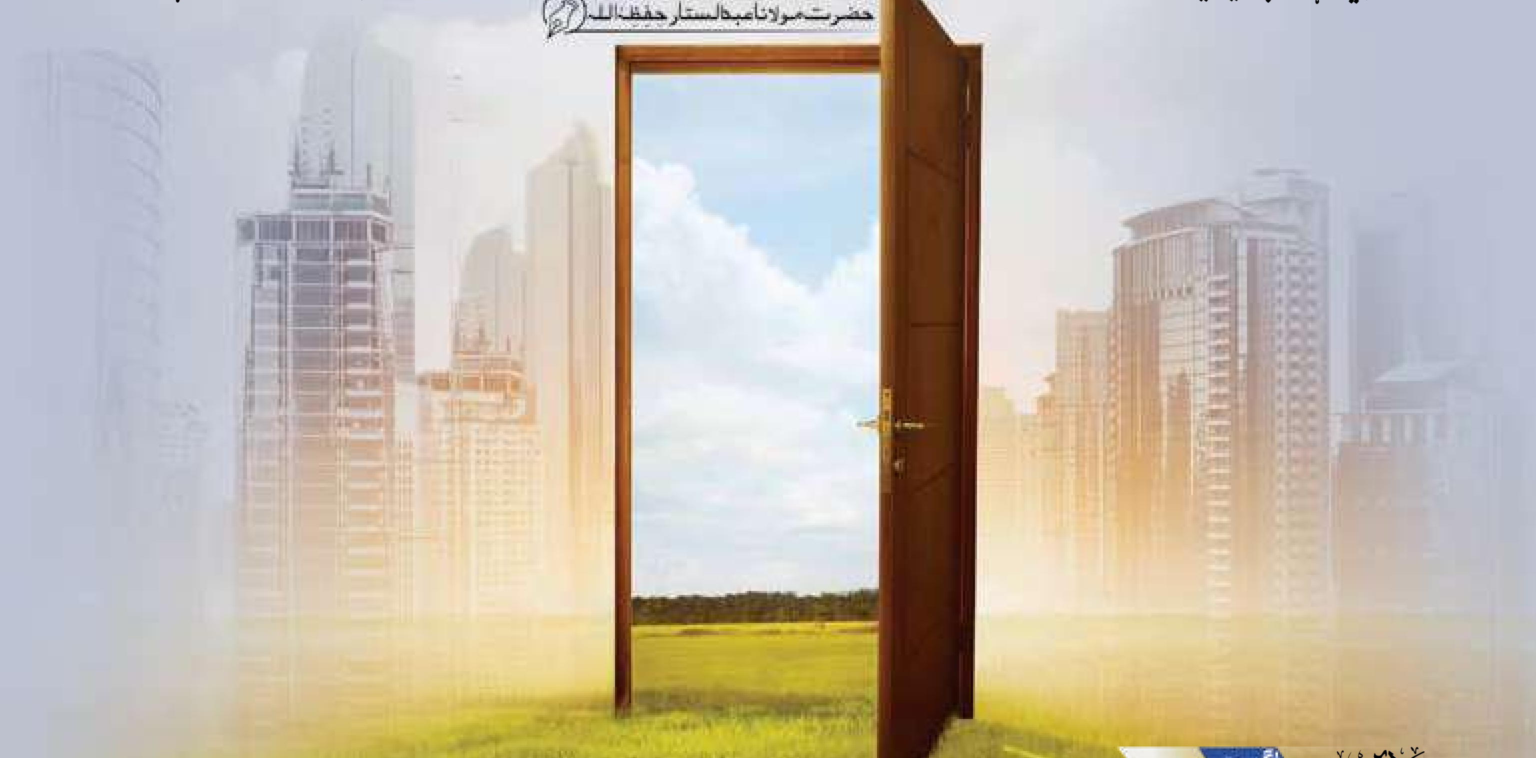

ہی وہ اپنی اصلاح کی فکر باقی رہی ‘لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک آسان نسخہ دے دیا کہ تم وہ ساری ریاضتیں اور مجاہدے نہیں کر سکتے ‘اس لیے تم صرف ایک کام کر لو جو بہت آسان ہے ‘اگر تم وہ کام کر لو گے تو تب بھی تمھیں وہ چیز مل جائے گی جو بڑے بڑے مجاہدوں پر ملتی ہے اور وہ کام یہ ہے کہ تم اپنی ہر غرض ‘اپنی ہر چاہت اور اپنی ہر بات میرے دربار میں پیش کرتے رہا کرو۔ یعنی اللہ کے قرب کا آسان ترین راستہ کہ تم اپنی ہر بات ‘ہر غرض ‘ہر مسئلہ ‘ہر وقت اللہ کے سامنے پیش کرتے رہا کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس بات کو سمجھانے کے لیے یوں فرمایا کہ ”میرے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو میں اپنے اللہ سے مانگتا ہوں۔“ حالاں کہ اگر تسمہ ٹوٹ جائے تو موچی کے پاس جاتے ہیں اور یہاں اللہ سے مانگنے کا کیا مطلب؟ مگر یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سبق دیا کہ جو بھی حاجت اور تکلیف پیش آئے تو پہلے اللہ کے سامنے پیش کرو پھر اس کے اسباب اختیار کرو۔ یہ اللہ کے قرب کا آسان ترین راستہ ہے۔ ہر وقت بندہ اپنے اللہ سے کچھ نہ کچھ بات کر رہا ہو اور کچھ مانگ رہا ہو اور اس سے کچھ نہ کچھ لے رہا ہو۔ جب تم یوں کرو گے تو تمھیں محسوس ہوگا کہ اللہ تمھارے قریب ہے اور ہم اللہ کے قریب ہیں تو یوں یہ تعلق جڑا رہے گا۔

رمضان کے پیغامات کے سلسلے میں اللہ نے یہ بات فرمائی کہ میں تو اب بھی قریب ہوں۔ بس تم دور نہ چلے جانا اور تمھارے قرب کا راستہ یہ ہے کہ مجھ سے کچھ نہ کچھ مانگتے رہا کرو۔ اور ہاں! ساتھ یہ فرمایا کہ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ جب میں تمھاری مانوں گا تو تم بھی میری ماننا اور جب میں تمھاری سن رہا ہوں تو تم بھی میری سننا اور مجھ پر ایمان رکھنا کیوں کہ قرب کا تقاضا تو یہی ہے اور بات تو دونوں طرف سے بنتی ہے اور جو میں تم سے کہہ رہا ہوں ‘اس میں تمھارے لیے دنیا و آخرت میں بھلا ہے ۔

میرے عزیزو! رمضان میں ہم نے اپنی زندگی میں اللہ کا قرب محسوس کیا۔ کیسا ہی کم زور ترین ایمان والا کیوں نہ ہو ‘وہ اپنی زندگی میں رمضان میں بہتری محسوس کرتا ہے۔ میرے عزیزو! یہ وہ دولت ہے جو آدمی الفاظ میں بتا نہیں سکتا۔ ایسے لوگوں کی زندگی میں کہ جن کو اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے ‘ان کی زندگی میں کتنا اطمینان ‘کتنا سکون ‘اور کتنی ہمت ہوتی ہے ‘جب انھیں یہ یقین آجائے کہ اللہ تو میرے ساتھ ہے۔ آپ کو درد ہو رہا ہے تو اللہ سے مانگیں کہ اللہ مجھے صحت عطا فرما ‘کسی تکلیف میں مبتلا ہے تو اللہ سے مانگیں۔ اللہ سے مانگنا ‘ یہ بندے کو اللہ سے بہت قریب کر دیتا ہے۔

میرے عزیزو! اللہ کہہ رہے ہیں کہ جیسے میں رمضان میں تمھارے قریب تھا کہ کوئی نہیں دیکھ رہا ‘فریج بھی ہے ‘چیزیں بھی ہیں ‘تمھیں پیاس بھی لگی ہے ‘لیکن تمھیں یہ احساس تھا کہ اللہ دیکھ رہا ہے تو یہ خیال رکھنا کہ رمضان کے بعد بھی میں تمھارے قریب ہی ہوں اور تم سے دور نہیں گیا۔ کہیں تم اپنے اور میرے درمیان غفلت کے پردے مت کھڑے کر دینا کہ تمھیں یہ احساس نہ رہے۔ اللہ ہمیں یہ احساس نصیب فرما دے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ کا یہ اعلان ہے کہ میں تمھاری مانوں گا ‘مگر میری بھی یہ شرط ہے کہ تم میری بھی ماننا۔ کہیں تم میرے دشمنوں کی صف میں کھڑے ہو کر نہ منوانا بلکہ دوستوں کی صف میں کھڑے ہو کر منوانا اور مجھ پر پورا ایمان اور یقین رکھنا۔

میرے عزیزو! اللہ کی طرف سے آیا ہوا ہر حکم یہ اللہ کے قہار ہونے کی وجہ سے نہیں ہے اور اللہ کے جبار ہونے کی وجہ سے نہیں ہے کہ میں بادشاہ ہوں اس لیے کرو ‘بلکہ اللہ کی طرف سے آیا ہوا ہر حکم اللہ کی رحمت اور شفقت کی وجہ سے ہے۔ اللہ کی صفت رحمٰن اور رحیم کی وجہ سے ہے کہ اللہ کے ہر حکم میں ہمارے لیے سراسر بھلائی ہی بھلائی ہے۔ فرمایا کہ اس پر یقین رکھنا۔ میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ اپنے قرب کا احساس دلا رہے ہیں کہ میں تمھارے قریب ہوں اور تم بھی میرے قریب ہی رہنا۔

میرے عزیزو! نہایت ہی آسان نسخہ ہے اللہ کے قرب کو پانے کا کہ ہر وقت اللہ سے کچھ نہ کچھ مانگنے کی عادت اپناؤ ‘جیسے رمضان میں تلاوت ‘اذکار اور نمازوں کا اہتمام تھا ‘اسی طرح رمضان کے علاوہ بھی ہم پورے سال کے لیے ایک نظم بنائیں ‘کیوں کہ اگر ہم رمضان کی برکت اپنی پوری زندگی میں چاہتے ہیں ‘اپنے گھروں میں چاہتے ہیں ‘اپنے بازاروں میں چاہتے ہیں ‘اپنے دفاتر میں چاہتے ہیں اور اپنے اللہ سے جڑ کر رہنا چاہتے ہیں تو پھر اپنی زندگی کا ایک نظم بنائیں ‘اس کے لیے میں آپ سے چند چیزیں عرض کرتا ہوں۔ آپ ان چیزوں کا اہتمام کر لیں۔

سب سے پہلے چاہے مرد ہو یا عورت سب نمازوں کا اہتمام کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آدھی دنیا کے حکمران تھے اور مسلمانوں کے امیر المؤمنین تھے۔ انھوں نے اپنے سارے گورنروں کو یہ پیغام دیا کہ تمھارے لیے میری نظر میں سب سے اہم چیز نماز ہے اور جس نے اسے ضائع کر دیا ‘مثلاً صحیح طور سے نماز ادا نہیں کی ‘اپنے وقت پر نہیں پڑھی یا جماعت سے ادا نہیں کی یا بالکل ہی چھوڑ دی تو وہ دیگر معاملات کو اس سے زیادہ ضائع کرے گا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ ہر روز فجر کی نماز کے بعد قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام ہو ‘بڑی برکتیں ہیں اس کے لیے جو صبح نماز کے بعد قرآن کی تلاوت کا اہتمام کرتا ہے۔ تیسری چیز دعاؤں کا اہتمام ہو۔ حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مسنون دعاؤں کی چھوٹی سی کتاب مرتّب کی ہے مناجات مقبول کے نام سے۔ دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں سے متعلق جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہیں ‘وہ تمام دعائیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں محفوظ کر لی ہیں۔ اس کی سات منزلیں ہیں۔ اگر ایک منزل ہر روز پڑھ لی جائے تو اللہ کی ذات سے یہ امید ہے کہ دنیا و آخرت کی ساری خیریں اور بھلائیاں گویا کہ اس نے اللہ سے مانگ لیں۔ یہ بہت ہی پیاری دعائیں ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بسا اوقات دریاؤں کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ چوتھی چیز یہ ہے کہ کچھ مسنون اذکار ہیں ‘ان کا اہتمام کریں ‘ جیسے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ‘ درود شریف ‘استغفار۔“ یہ چار تسبیحات ہیں جو ہر روز دن میں کسی بھی وقت بیٹھ کر پڑھ لی جائیں۔ احادیث میں ان کے بڑے فضائل آئے ہیں۔ اور پانچویں چیز یہ ہے کہ گناہوں سے پرہیز ہو اور جہاں کہیں غلطی ہو جائے تو فوراً اللہ سے توبہ کر لو۔ اگر اس تمام چیزوں کا اہتمام کر لو گے تو اللہ تعالیٰ رمضان کی برکتیں آپ کی پوری زندگی میں جاری و ساری فرمائیں گے۔ اللہ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

تجدید عہد کا دن
14 اگست

مولانا اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ

14 اگست ہماری تاریخ کا یادگار دن ہے ' یہ وہ دن ہے جس دن ایک آزاد ملک کی حیثیت سے پاکستان کا قیام عمل میں آیا' شاید نئی نسل کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ اس آزادی کے لئے مسلمانانِ ہند نے کتنی قربانیاں دی تھیں' کتنے علماء کو جیلوں میں ڈالا گیا' آزادی کے کتنے ہی متوالے تھے جن کی لاشیں درختوں پر لٹکتی رہیں' بہنوں اور بیٹیوں کی عزت و ناموس پامال کی گئی' کتنی سہاگنوں کے سہاگ چھین لئے گئے' کتنے شوہروں کے سامنے ان کی بیویوں کی عفت و عصمت کی دھجیاں اڑادی گئیں۔ آزادی کا یہ سفر پھولوں کی سیج پر نہیں کانٹوں کی باڑ پر طے ہوا تھا۔

نئی نسل یہ سب کچھ نہیں جانتی اور جاننا چاہتی بھی نہیں' وہ تو یہ بھی نہیں جانتی کہ آزادی کیا ہے؟ ان میں سے بہت سوں کے طرز عمل سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ آزادی کا مطلب ہے کھانے پینے کی آزادی' پہننے یا برہنہ رہنے کی آزادی' تھرکنے' ناچنے اور گانے کی آزادی' لڑنے جھگڑنے کی آزادی' یہ تو ہمیں ہندوستان میں بھی حاصل تھی تو پھر لاکھوں بچوں کو یتیم اور ہزاروں ماؤں' بہنوں اور بیٹیوں کے بے آبرو کروانے کی کیا ضرورت تھی؟ کوئی نہیں سوچتا کہ ہم نے آزادی اس لئے حاصل کی تھی تاکہ ہم انسانوں کی غلامی سے آزاد ہو جائیں اور صرف اللہ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیں' ہمیں ایک ایسا خطہ حاصل ہو جائے جہاں صرف اللہ کا اور اللہ کے رسول ﷺ کا قانون چلے' ہم انگریزوں کے ظالمانہ اور کافرانہ قوانین یک لخت منسوخ کر کے یہاں قرآن کو سپریم لاء بنادیں۔

یہ اب کسی کو یاد نہیں کہ ہم نے من حیث القوم یہ عہد کیا تھا کہ اس نئی مملکت میں سماجی مساوات ہوگی' معاشی عدل ہوگا' اسلامی اخوت ہوگی' انسانی حقوق کا تحفظ ہوگا' ظلم اور استحصال کی ہر صورت کا خاتمہ کر دیا جائے گا' ہم نے نعرہ لگایا تھا" پاکستان کا مطلب کیا... لاالہ الااللہ"' ہم نے عہد کیا تھا کہ ہم ایک آزاد اور خودمختار قوم کی حیثیت سے اپنا ملک چلائیں گے' ہماری اپنی سیاست اور اپنی معیشت ہوگی ...لیکن ہم نے یہ سارے عہد پس پشت ڈال دئے ہیں' ہم نے آزادی کی نعمت کی کوئی قدر نہیں کی' ہم نے اپنے آپ سے بھی بے وفائی کی اور خونِ شہیداں اور آہِ مظلوماں سے بھی بے وفائی کی ہے اور مسلسل کئے جا رہے ہیں۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہمارے ہاں معاشی لوٹ کھسوٹ کا دور دورہ ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہمارے تھانوں اور ہماری عدالتوں میں قانون کی سرعام بولی لگتی ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہمارے ملک میں رشوت اور سفارش کے بغیر کوئی جائز کام بھی نہیں ہوتا؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہمارے اعلیٰ ایوانوں میں معزز ممبران کی بھیڑ بکریوں کی طرح باقاعدہ بولی لگتی ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج ہمارے اندر سے اجتماعیت ختم ہو چکی ہے' ہر شخص اپنی ذات کے غم میں مبتلا ہے' ہر شخص کا قبلہ الگ ہے اور ہر جماعت کا منشور جدا ہے' کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم ساری دنیا کے سامنے کشکولِ گدائی لئے پھر رہے ہیں؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ نہ ہماری سیاست آزاد ہے اور نہ ہماری معیشت آزاد ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہمارا بجٹ آئی ایم ایف کے دفاتر میں تیار ہوتا ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ امریکا کے اشارۂ ابرو پر ہم ایسے قیمتی مسلمانوں اور سچے پاکستانیوں کو جیلوں میں ڈالنے، گولیوں سے اُڑانے اور غیروں کے حوالے کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے ہیں جن کے ایمان اور پاکستانیت کی قسمیں اٹھائی جاسکتی ہیں؟ ہاں! یہ سب زندہ حقیقتیں ہیں، ان حقیقتوں کا وہی انکار کر سکتا ہے جس کے ماتھے پر آنکھیں، سر میں دماغ اور سینے میں دل نہ ہو، کیا ان زندہ حقیقتوں کی موجودگی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے وہ آزادی حاصل کر لی ہے جس آزادی کے لئے ہمارے بزرگوں نے قربانیاں دی تھیں؟ کیا ہمارے شادیانے بجانے، جھنڈے لہرانے، چراغاں کرنے اور کھوکھلے نعرے لگانے سے حقائق بدل جائیں گے؟ جشنِ آزادی کو منانے والے دوستوں، بزرگوں اور جوانوں سے گزارش صرف یہ ہے کہ خدارا! ان مقاصد کو ہرگز فراموش نہ کیجئے جن مقاصد کے لئے ہم نے اللہ سے یہ ”جنت نظیر“ خطہ مانگا تھا اور حسن اتفاق یہ کہ آزادی کے لئے کی جانے والی ہماری دعائیں جس شب کو قبول ہوئیں وہ نزولِ قرآن کی شب تھی یعنی رمضان المبارک کی ستائیسویں شب۔ کیا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ربِ کریم کی طرف سے واضح اشارہ تھا کہ یہ آزادی اور آزاد ملک تمہیں اس لئے دیا جارہا ہے تاکہ تم یہاں قرآن کریم کے احکام نافذ کرو، لیکن ہم نے قدرت کے اس واضح اشارہ سے بھی آنکھیں بند کر لیں اور قرآن کریم کو عملی زندگیوں میں نافذ کرنے کی بجائے اسے ریشمی غلافوں میں بند کر کے طاقوں میں سجا دیا۔

آیئے! ہم عہد کریں اور کیوں نہ کریں آج تو ”تجدید عہد“ کا دن ہے، اپنے کردار و عمل، غلطیوں، فروگذاشتوں اور بے وفائیوں کے محاسبہ کا دن ہے، ساٹھ سال کے آئینے میں اپنے ظاہری اور باطنی، داخلی اور خارجی داغ دھبے دیکھنے کا دن ہے بقول شاعر

سنا رہے ہیں عنادل، نوید آزادی
منا رہا ہے چمن آج عیدِ آزادی
ہمارے سامنے ہے روز و شب کا آئینہ
غضب کی فردِ عمل ہے، غضب کا آئینہ

ہمیں نئے سرے سے یہ عہد کرنا ہے کہ ہم اپنی زندگی کے بقیہ ایام مقاصدِ آزادی کے حصول کے لئے وقف کر دیں گے، غداروں اور ملک دشمنوں سے ہرگز مفاہمت نہیں کریں گے اور اپنے محسنوں، مجاہدوں اور شہیدوں سے بے وفائی نہیں کریں گے، ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک قرآن کریم ملک کا سپریم لاء نہیں بن جاتا اور جب تک شریعت محمدیہ کا عملی طور پر نفاذ نہیں ہو جاتا... اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو، آمین۔

پاکستان میں کیا کیا ہوگا

1943ء میں انور شاہ صابری نے ایک کانفرنس میں یہ نظم پڑھی، اور کچھ خدشات کا اظہار کیا، جن میں سے اکثر آج 60 سال گزرنے کے بعد بھی ان سے پیچھا نہ چھڑایا جاسکا۔

چار طرف میخانے ہوں گے
گردش میں پیمانے ہوں گے
رندوں کی شمشیر کے نیچے
مذہب کے دیوانے ہوں گے
ختم نئے ماحول کے اندر
واعظ کے افسانے ہوں گے
پاکستان میں کیا کیا ہوگا
دور نہ ہوگی فاقہ مستی
یوں ہی رہے گی فقر کی پستی
مٹ نہ سکی ہے، مٹ نہ سکے گی
دولت کی انسان شکستگی
پاکستان کے اندر ہوگی
دولت مہنگی غربت سستی
پاکستان میں کیا کیا ہوگا
تا بہ حد راج کریں گے
جشن تخت و تاج کریں گے
مذہب ہی کی اوڑھ کے چادر
مذہب کو تاراج کریں گے
ابن علی کے دشمن بن کر
شِمر کے بیٹے راج کریں گے
پاکستان میں کیا کیا ہوگا
غیروں سے یارانے ہوں گے
اپنے سب بیگانے ہوں گے
شمع بنے گا، خونِ غریباں
روشن عشرت خانے ہوں گے
پُرجا کے غمگین دلوں پر
راجہ خنجر تانے ہوں گے
پاکستان میں کیا کیا ہوگا

مرسلہ: محمد اسد

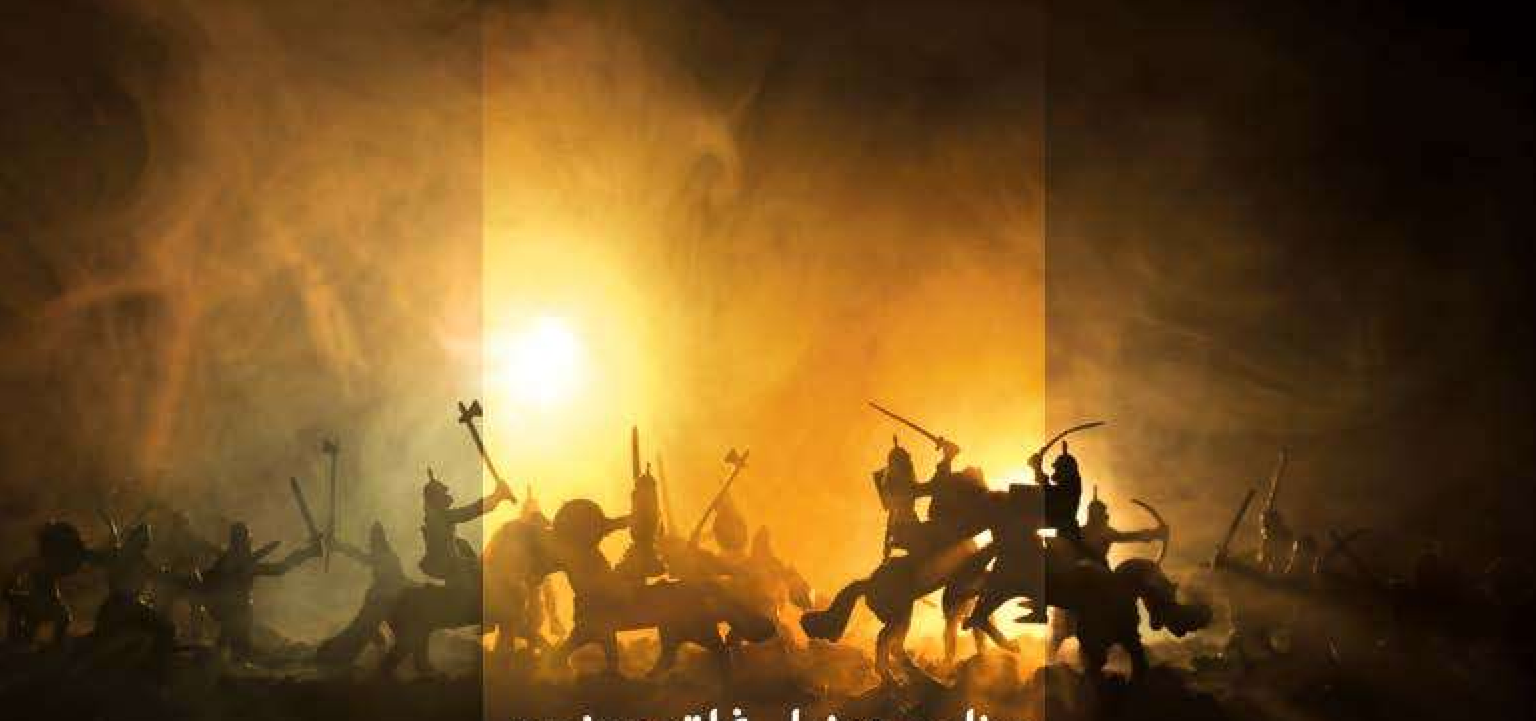

عظیم جرنیل، فاتح سندھ

محمد بن قاسم

طارق محمود

یہ 75ھ اور 694ء کی بات ہے کہ جب طائف کی وادی سے ایک نوجوان ابھرا اور ابھی صرف سترہ سال کا ہی تھا کہ فاتح سندھ کہلایا اور برِّ صغیر میں کم عمری ہی میں ہلچل مچادی۔ یہ نوجوان عظیم جرنیل محمد بن قاسمؒ تھے۔

دیبل میں ایک مندر دیول تھا اسی بنا پر اس علاقے کا نام دیبل ہوگیا۔ راجہ داہر دیبل کا حکمران تھا۔ سراندیپ کا راجہ چاہتا تھا کہ حجاج بن یوسف سے تعلقات اُستوار ہوجائیں، جس کی وجہ سے اس نے حجاج بن یوسف کو جو کہ عراق کا گورنر تھا، قیمتی تحائف اور کنیزیں اور بہت سامال بھجوایا۔ جب یہ قافلہ دیبل کی بندرگاہ سے گزر رہا تھا تو ہندو قزاقوں نے اس قافلے کو لوٹ لیا اور عورتوں، مردوں کو بچوں سمیت قیدی بنالیا۔ ان لوگوں نے بارہا کہا کہ ہم یہ تحائف خلیفۂ وقت کے لیے لے جارہے ہیں، لیکن ان قزاقوں نے ان کی بات کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ کہا کہ اگر کوئی تمہارا دادرس ہے تو اپنے آپ کو آزاد کرالو۔ اس قافلے میں سے ایک عورت نے چیخ کر کہا: ''یاحجاج، یاحجاج! ...اَغِثْنِیْ'' (اے حجاج! میری مدد کر) حجاج بن یوسف کو جب اس واقعے کی اطلاع ملی تو اس نے کہا: ''لبیک، لبیک۔'' (میں حاضر ہوں) اور پھر عبداللہ بن نبہان اور ان کے بعد بدیل بن طہفہ بجلی کو حملے کے لیے روانہ کیا، لیکن دونوں شہید ہوئے اور مہم ناکام ہوگئی۔

حجاج بن یوسف نے راجہ داہر سے اس زیادتی کا نوٹس لینے اور مجرموں کو سزا دینے کا مطالبہ کیا اور قیدیوں کو رہا کرنے کو بھی کہا، لیکن راجہ داہر نے جواب میں کہا کہ ''سمندری قزاقوں پر میرا بس نہیں چلتا۔'' یہ جواب سن کر حجاج بن یوسف نے سندھ پر حملہ کرنے کا ازسرنو ارادہ کرلیا اور محمد بن قاسمؒ کو سپہ سالار کی حیثیت سے سندھ پر حملے کے لیے روانہ ہونے کا حکم دیا۔

محمد بن قاسمؒ نے دیبل پہنچ کر مورچے بنائے، منجنیق نصب کیں اور چاروں طرف خندقیں کھدوائیں، پھر مشورہ کیا اور منجنیق کے ذریعے ایسا بھرپور نشانہ لگایا کہ بت خانے کے گنبد اُڑ کر آسمانوں سے باتیں کرنے لگے اور گنبد پر لہرانے والا پرچم گر کر ہوا میں اڑنے لگا۔ بس گرے پرچم پر نظر پڑنی تھی کہ دوبدو گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔ سخت قسم کا مقابلہ چلتا رہا اور پھر آن کی آن میں قاسمی فوج کے جوان دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے فصیل پر چڑھنے میں کام یاب ہوگئے اور بلآخر فتح کا نشان علامت بن کر قاسمی فوج کو سلیوٹ کرنے لگا۔ مسلمانوں کو رہا کروایا گیا، جس بنا پر محمد بن قاسمؒ دیبل کو منہدم کرنے آیا تھا اور وہاں کی جتنی زمین تھی، تمام مجاہدین میں تقسیم کردی گئی۔

یہ ہیں ہمارے مسلمان سپہ سالار... یہ ہیں ہمارے مسلمان حکمران اور لیڈر محمد بن قاسمؒ بہادر، نڈر، دلیر، خداداد صلاحیت کے مالک، جذبہ رکھنے والے سیاستدان اور غیرت مند، جو ایک مسلمان عورت کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے، اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر دشمنوں کی صفوں میں جاگھسے اور نہ صرف مسلمان قیدیوں کو آزاد کروایا، بلکہ دیبل جیسا علاقہ جس پر کئی برسوں سے ہندو راجاؤں کا راج رہا اور جو مسلسل جنگوں کے باوجود بھی آزاد نہ ہو پایا تھا، وہاں بھی آزادی کا پرچم لہرایا۔ یہی شان ہوتی ہے مسلمان قائدین کی، ایسے ہی ہوتے ہیں مخلص حکمران اور محب وطن، جو اپنی عوام کو کبھی بھی پریشان نہیں دیکھ سکتے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے ہی گفتار کے ساتھ ساتھ کردار کا بھی غازی بنادے... ! ! آمین۔

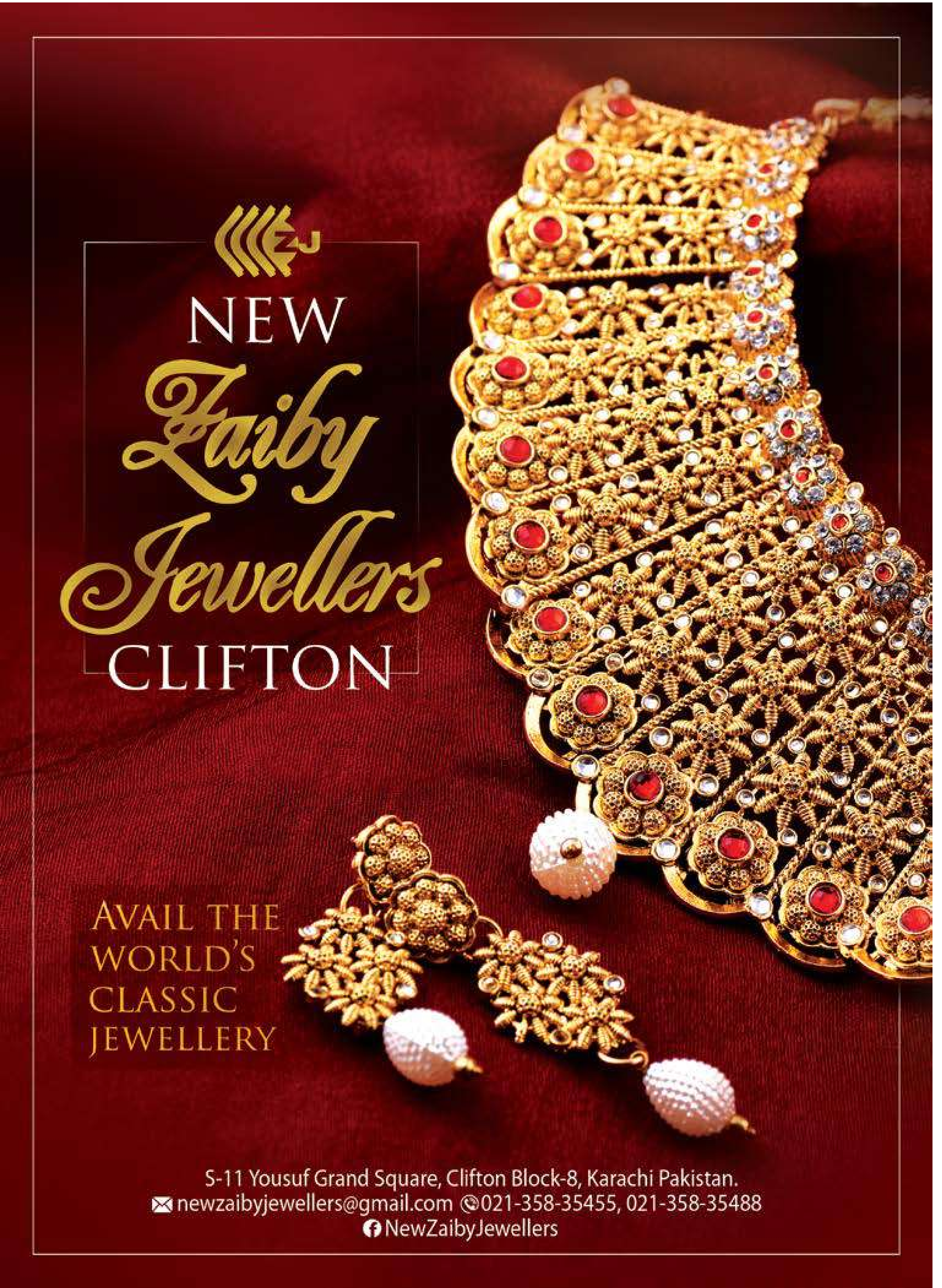
ZJ
NEW
Zaiby
Jewellers
CLIFTON
AVAIL THE
WORLD'S
CLASSIC
JEWELLERY
S-11 Yousuf Grand Square, Clifton Block-8, Karachi Pakistan.
newzaibyjewellers@gmail.com 021-358-35455, 021-358-35488
NewZaibyJewellers

عبداللہ آج اپنے دوست کے بیٹے کی شادی میں شرکت کے لئے بحرین جا رہا تھا۔ سفر اسے ہمیشہ سے ہی پسند تھا اور آج تو اس کی شوخی موسم کی وجہ سے زوروں پر تھی۔
بحرین میں بارش شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی تھی اور آج تو ساون کھل کے برس رہا تھا اس محبت کی طرح جو انجام سے بے نیاز ہو، مگر شاید قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔
شادی ہال میں داخل ہوتے ہی ایک بزرگ ڈاکٹر صاحب اس کے ساتھ بیٹھ گئے، اس ضمیر کی طرح جو گناہ سے روکتا تو نہیں لیکن اس کا مزہ ضرور کرکرا کر دیتا ہے۔
بارش کا خنکدار موسم، کھانے کی کھاج اور بیک گراونڈ میں چلتے آئٹم سونگز، ڈاکٹر صاحب کی آواز میں سب دب گئے۔ وہ گویا ہوئے:

”عبداللہ، آج جمعہ کا مبارک دن ہے، یہ کالے کپڑے کیوں پہنے ہیں؟“

عبداللہ: ”جی وہ سفید پہنتے ہوئے شرم آتی ہے کہ کہیں فرشتے منافقوں میں نہ لکھ لیں۔ ابھی اندر باہر ایک جیسا ہے۔ اس میں آرام رہتا ہے۔“

ڈاکٹر صاحب شاید اپنی بزرگی کے زعم میں جواب سننے کے عادی نہیں تھے۔ انہوں نے بڑی مشکل سے اپنے غصّے کو قابو کیا اور کہنے لگے۔

پارٹ ٹائم منافق

ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی

”کیا بچگانہ باتیں ہیں۔ بڑے ہوگئے ہو، کنپٹی اور داڑھی میں سفیدی آرہی ہے اور تم شوخیوں میں لگے ہوئے ہو۔“
”جی اسی بات کا تو رونا ہے۔ بال سفید ہوگئے، دل کالا رہ گیا ہے۔“ عبداللہ نے جواب دیا۔
ڈاکٹر صاحب نے سوال کیا۔ ”آپ کیا کرتے ہیں؟“ ”جی، پارٹ ٹائم کنسلٹنگ کرتا ہوں اور پارٹ ٹائم منافق ہوں۔“
”مجھے تو فل ٹائم لگتے ہو“ وہ کہاں پیچھے رہنے والے تھے۔ ”جی نہیں، کچھ نشانیاں ہیں منافق کی، وہ خوش قسمتی سے نہیں ہیں۔ لہٰذا فی الحال تو پارٹ ٹائم ہی ہوں۔“
اب باقی لوگ بھی متوجہ ہوگئے تھے۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ عبداللہ اپنی بات کی وضاحت کردیں۔

”جی ضرور! دیکھیں جناب! تین باتیں ہیں۔ جب تک باقی رہیں، مجھے اپنے نفاق پر پورا یقین رہے گا۔
پہلی یہ کہ اللہ میرے لئے بڑا نہیں ہے۔ میں روز نماز میں کہتا ہوں کہ اللہُ اکبر، مگر دل سے نہیں مانتا۔

نماز سے باہر تو پیسہ اکبر ہے، اولاد، بیوی، خاندان، عزت، شہرت، علم، سفارش، اثر و رسوخ، تعلقات، نیکیاں، یہ سب اکبر ہیں۔
کوئی پریشانی یا مصیبت آجائے تو سب سے پہلے نظر بینک بیلنس پر، پھر دوست احباب اور تعلقات پر، پھر رشتے داروں پر، پھر اپنی تعلیمی اسناد اور ڈگریوں پر،
پھر اپنی نام نہاد پرسنلٹی اور شخصیت پر، پھر ذہانت و حاضر جوابی پر۔۔۔ پھر۔۔۔ پھر۔۔۔ اللہ پاک تو کہیں آخر میں جا کر آتے ہیں۔
ترجیحات میں اللہ سب سے آخر میں ہے، حتیٰ کہ نیند بھی اس سے زیادہ پیاری ہے۔ بیوی کی کال بھی، کرکٹ کا میچ بھی، باس کی ای میل بھی، انسانیت کی خدمت بھی،
لوگوں کا علاج بھی، اسٹریجک میٹنگز بھی، لوگوں کی زندگی بدل دینے والی ٹریننگز بھی۔ اللہ کا نمبر سب سے آخری ہے۔
جب دنیا میں کوئی کام کرنے کے قابل نہیں بچتا تب اللہ یاد آتے ہے۔ جب ساری عقل، پیسہ اور چالیں فیل ہو جاتی ہیں تب دعا مانگتا ہوں۔

اِن ساری منافقتوں کے ساتھ جب اللہُ اکبر سنتا ہوں تو آنسو نکل آتے ہیں۔ بندہ منہ پر تو جھوٹ نہ بولے۔

دوسری وجہ یہ کہ اللہ میرے لئے تصور ہے حقیقت نہیں۔

جیسے امریکہ کا تصور ہوتا ہے اچھے حسین چہرے کا' بڑی گاڑی کا' چاند و مریخ کا' بالکل ایسے ہی۔

فلم میں زلزلے کی عکس بندی ہوتی ہے' یہ ایک تصور ہے جسے دیکھ کر ہم انجوائے کرتے ہیں اور ایک زلزلہ وہ ہے جو نظر کے سامنے حقیقت بن کر آتا ہے۔

دونوں کے احساسات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جن لوگوں کی زندگی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ حقیقت ہوتے ہیں ان کی زندگی میری جیسی نہیں ہوتی۔

اِمام اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ کی جانماز ہمیشہ گیلی رہتی کہ وہ اتنا روتے تھے۔

تخلیق سے خالق کی پہچان ہوتی ہے۔ ہم آئی فون دیکھ کر اِسٹیو جاب کو داد دیتے ہیں۔ مجھے دیکھ کر سبحان اللہ کہنا تو در کنار' کسی کو اللہ یاد تک نہیں آتے۔

میں تو خود ہاتھ پر تسبیح باندھے گھومتا ہوں کہ ایک (visualreminder) رہے کہ مسلمان ہوں۔ پتہ نہیں یہ تسبیح دل میں کب جائے گی۔

اللہ کو حقیقت ماننے کا دعوی تو وہ کرے جس کی کمر بستر کی گرمی کو ترسے۔ میرے جیسے منافقوں کو تو ڈرنا ہی چاہئیے۔

اور تیسری سب سے بڑی وجہ کہ میرا معبود اور محبوب ایک ہی ذات نہیں ہے۔ سب کی طرح میرا معبود تو اللہ ہی ہے مگر محبوب کوئی اور۔

پیسہ' عزت' شہرت' علم' عشق' بیوی' بچے' نیند' فلاں اور فلاں۔ ہر وہ آئیڈیا جس میں پیسہ نظر آئے مجھے پسند آجاتا ہے۔

ہر وہ جگہ جہاں فائدہ دکھے' جانے کے لائق ٹھہری۔ ہر وہ گفتگو جہاں عزت ملنے یا سراہے جانے کی امید ہو وہاں جانا لازم ٹھہرا۔ ہر وہ شخص جو تعریف کرے بھلا لگے۔

آپ میرے درد کو کیا جانو' مجھ سے میرا محبوب بدل گیا ہے۔ نام اس کا خیالات کسی اور کے' ذکر اس کا دل کسی اور کا۔ جانماز اس کی سجدہ کہیں اور' جبین اس کی نشان کسی اور کا۔ اگر میں نیک ہوتا تو دنیا میں اتنا ظلم کیوں ہوتا؟ مجھے کوئی نیک کہے تو دل چاہتا ہے کہ اس کا منہ نوچ لوں۔ بس' اتنی سی بات ہے۔

بتایئے ہوں نا پارٹ ٹائم منافق؟"

کھانا ٹھنڈا ہو گیا' لوگ خاموش ہوگئے' بارش رک گئی اور گانے بھی بند ہوگئے۔

عبداللہ اپنے گناہوں اور نفاق کی پوٹلی اُٹھائے آج پھر اپنے مالک کے سامنے سر بسجود تھا:

اے اللہ' کچھ نہیں پاس' جو تیری نظر کروں۔ یہ جان ہے' یہ لے لے۔ اب تو پورا مل جا میرے مالک۔ اب تو لوگ تیرے نام پہ طعنے دیتے ہیں۔ اب تو تنہا نہ چھوڑ۔

تُو تو جانتا ہے. تو میرے اور میرے گناہوں کے بیچ آجا۔ مجھ سے نہیں چھوٹتے۔

تجھے میرے گناہوں کا واسطہ' ایک واری میں پار لگا دے۔ مجھ سے نہیں چڑھی جاتی یہ سیڑھیاں۔ تو خود ہی اوپر لے جا۔ آمین!

بقیہ سلام اے وطن کے رکھوالو

"لیکن میں بڑا کب ہوں گا...؟ ابھی تو میں چھوٹا ہوں نا...؟" ہادی کو اب ایک نئی پریشانی لاحق ہوگئی تھی۔ "امّی جاین! بتائیں نا...؟؟"

ہادی نے عاتکہ کی سوچ میں پھر خلل ڈالا تو وہ چِت لیٹی تھی' کروٹ کے بل ہو کر ہادی کو اپنی آغوش میں لے کر تھپکنے لگی۔ "امّی جان...!!" ہادی خفگی سے چلّایا۔

"کیا ہے ہادی! سو جاؤ... میں نے نماز بھی پڑھنی ہے۔" "لیکن امّی جان! مجھے نیند نہیں آرہی۔" ہادی' عاتکہ کا بازو ہٹانے لگا۔

"ہادی...!" عاتکہ نے سختی سے آنکھیں دِکھائیں تو وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا کر کروٹ بدل گیا۔ "آپ کب آئیں گے عبدالباری...؟؟ میں ہادی کے سوالات کے جوابات دے دے کر تھکنے لگی ہوں۔" ہادی کی پشت کو دیکھتے ہوئے نا چاہتے ہوئے بھی ایک شکوہ عاتکہ نے ان ہواؤں کے سپرد کر دیا جو اِن شکوؤں کا ازل سے رازداں رہا ہے۔

"14 اگست کو میرا انتظار کرنا...!!" چھوٹا سا پیغام تھا' [illegible]نوں منتظر لوگوں کو جیسے دنیا جہاں کی خوشیوں سے نواز ا گیا ہو۔ پورے گھر کی صفائی ستھرائی ایسے کی جارہی تھی' جیسے عید آنے والی ہو۔ ہادی پورے گھر میں "بابا... بابا" کی رَٹ لگائے بِھر رہا تھا۔ دن میں کم از کم 100 بار تو ضرور پوچھ چکا تھا کہ "بابا کب آئیں گے؟" اور عاتکہ ہر بار بغیر چڑے خوشی سے جواب دیتی "14 اگست" کو۔ ہادی نے ضد کر کے بابا کے کپڑے خود اِستری کیے اور جوتے بھی خود پالش کیے' تاکہ بابا کو بھی پتا لگنا چاہیے کہ ان کا ہادی بڑا ہو گیا ہے... لیکن ہادی نے کپڑے اتنے خراب استری کیے تھے کہ عاتکہ کو رات کے اندھیرے میں دوبارہ استری کرنے پڑے۔ دن کو اس لیے نہیں کیے' کہیں ہادی ناراض نہ ہو جائے۔

آخر... وہ دن آہی گیا' جس کے لیے 2 دن پہلے سے تیاریاں کی جارہی تھیں۔ عاتکہ کو عجیب سے بے کلی نے گھیرا ہوا تھا' وہ ہنسنے کی کوشش کرتی تو آنسو نکل پڑتے۔ اس کو اپنی ہی کیفیت سمجھ نہیں آرہی تھی۔ دل زیادہ گھبرایا تو اس نے نوافل کی نیت باندھ لی۔ وہ تشہد میں تھی جب ہادی نے دروازہ بجنے پر "بابا... بابا" چیخنا شروع کر دیا۔ عاتکہ سے پھر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے ہی نہ گئے' وہ مرے مرے قدموں سے دروازے تک پہنچی۔ باہر شور کی آوازیں آرہی تھیں' اس کا دل بے ہنگم انداز میں دھڑکنے لگا۔ یہ شور کیسا...؟؟ دروازہ پھر بجا تو عاتکہ نے "کون ہے؟" کہا۔

"بھابھی! میں سکندر حیات... عبدالباری کا دوست ہوں۔" "جی!" وہ دروازہ کھول کر' پردہ کر کے پیچھے ہٹ گئی۔

جسدِ خاکی میں لپٹا وجود کس کا تھا؟؟ یہ سمجھنا کسی کے لیے بھی مشکل نہ تھا۔ آج پھر ایک نوجوان' وطن کے تقدّس پر قربان ہو گیا تھا۔ عاتکہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں' جو دوپٹہ میں جا کر جذب ہوتی گئیں۔ سو آج کہیں جا کر عبدالباری کا انتظار ختم ہوا تھا...!! سکندر حیات نے ہادی کو گود میں اٹھا کر عبدالباری کی "پی کیپ" اس کے سر پر ڈالی تو تمام آئے ہوئے سپاہیوں نے تعظیماً اس کو سلیوٹ کیا اور ہادی آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے نظر لگ جانے کی حد تک اتنا حسین لگ رہا تھا کہ عاتکہ کی ممتا بھری نظروں نے بھی جُھک کر اس ننھے مجاہد کو سلیوٹ پیش کیا' جو آج بھی اپنے باپ کو بے تابی سے انہی منتظر نگاہوں سے تک رہا تھا۔ ان آنکھوں میں ایسی بے تابی تھی' جس کی آسمان بھی تاب نا لاسکا اور رو پڑا...!!

اے راہِ حق کے شہیدو! وفا کی تصویرو!
تمہیں وطن کی ہوائیں' سلام کہتی ہیں

سلام اے وطن کے رکھوالو

اہلیہ مظفر

موسلادھار بارش جاری تھی۔ صبح سے ہونے والی بارانِ رحمت نے ہر جانب جَل تھَل سی مچادی تھی۔ ہر طرف شور وغُل اور خوشی کا سماں سا بندھا تھا۔ بچے' بوڑھے' جوان ہر کوئی ہی فضلِ ربّی سے مستفید ہونے کی غرض سے گھر سے باہر آئے ہوئے تھے' لیکن وہیں کہیں ایک گھر میں سوگوار فضا چھائی ہوئی تھی۔ ننّھا ہادی اپنا چہرہ ہاتھ کے پیالے کی اُوٹ میں رکھے ہوئے نجانے کب سے دروازے کو تک رہا تھا' ایسے جیسے کسی کا بے تابی سے منتظر ہو۔ "ہادی...!! میرا بچہ! کھانا کھالو۔ کب سے بھوکے ہو آپ۔ آج تو میں نے اپنے بیٹے کی پسندیدہ ڈِش بھی بنائی ہے۔" عاتکہ کب سے ہادی کو اسی طرح بیٹھا دیکھ کر رہ نہ سکی تو اپنا کام ادھورا چھوڑ کر باہر نکل آئی اور ہادی کو پچکارنے لگی۔

"امّی جان!! آپ نے تو کہا تھا آج ہم بابا کے ساتھ کھانا کھائیں گے' پر بابا تو ابھی تک آئے ہی نہیں امّی جان!!" ہادی کی آنکھوں میں خفگی بھری تھی۔ "ہم بابا کے بغیر کیسے کھانا کھاسکتے ہیں؟؟" وہ اپنی ماں کو ایسے دیکھ کر بول رہا تھا' جیسے ان کی عقل پر ماتم کر رہا ہو۔ پھر سر جھٹک کر دوبارہ اپنے پرانے مشغلے میں لگ گیا' جیسے ماں کو سمجھانا مشکل کام ہو۔ اور عاتکہ لَب بھینچے آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلنے کی پرانی سعی کرنے لگی' جس پر وہ بمشکل ہی کام یاب ہو پاتی تھی' لیکن ایک مجاہد کی بیوی ہونے کے ناطے اور اپنے بچے کی خاطر' وہ ہر آن اپنے آنسوؤں کو ضبط کرنے کی ناکام کوشش میں آخر سُرخروئی پا ہی لیتی تھی۔ آج بھی اس نے ایسا ہی کیا... اور نمکین پانی کو حلق میں اُتارتی آہستگی سے ہادی کے بالکل قریب آبیٹھی۔

"ہادی! آپ میرے بہت پیارے بیٹے ہو نا... امّی جان کی جان سے بھی پیارے ہو نا... اور اچھے بیٹے تو اپنی امّی جان کی فوراً بات مانتے ہیں تو میرا پیارا بچہ اپنی امّی جان کے ساتھ کھانا کھائے گا نا' ہم م م...!!"

"لیکن امّی جان! بابا...!!" ہادی کی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"بالکل! بابا آئیں گے تو ہم انشاء اللہ بابا کے ساتھ بھی کھانا کھائیں گے۔ اب اُٹھیں میرا بچہ!!" یہ کہتے ساتھ عاتکہ نے نرمی سے ہادی کو اپنے ساتھ لگا کر ماتھے پر بوسہ دیا تو وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا اور بارش کے قطرے اس عورت کے صبر پر حیران وپریشان سے گویا' برسنا ہی بھول گئے۔

دور... دور... کہیں سرحدی پہاڑوں کے اُس پار اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آئے مجاہدین اپنے تن من کو اِس پاک وطن پر قربان کرنے کا عہد کر کے' سروں پر باندھے کفن کے ساتھ' رات کی تاریکی میں بھی اپنے ارضِ پاک کی حفاظت کے لیے جاگے ہوئے چوکس کھڑے تھے' تاکہ قوم سکون کی نیند سو سکے' انھیں میں ایک عبدالباری بھی تھے' جو فوج میں سب سے زیادہ بہادر ہونے کی وجہ سے "شیر خدا" کہلائے جاتے تھے۔ ایک کمانڈر ہونے کے باعث' ان کی ذمہ داریاں باقی بہت سے سپاہیوں سے زیادہ تھی اور فی الوقت حالات کی خرابی کی وجہ سے' اُن کو 24 گھنٹے بارڈر کے آس پاس نظر رکھنی پڑتی تھی۔ ان کے لیے اپنے فرض سے کوتاہی "گناہِ کبیرہ" تھی' لیکن کچھ دنوں سے ہمہ وقت ایک اضطراب سا انھیں بے چین کر رہا تھا۔

"اُن کا بیٹا ہادی... جب وہ آئے تھے تو 4 سال کا تھا۔ اب تو 7 سال کا ہو گیا ہوگا اور اُن کی بیوی...!!" وہ سوچتے اور مسکرا دیتے اور کر بھی کیا سکتے تھے۔

ان حالات میں تو وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے واپس جانے کا... سو! انتظار کر رہے تھے اور انتظار بھی کیسا... جو جان لیوا تھا!!

ایک دو دفعہ حالات کچھ بہتر لگے تو انھوں نے جانے کا قصد کیا' لیکن عین وقت پر نافذ ہونے والی ایمرجنسی ان کے پاؤں کی زنجیر بن گئی اور پھر نہ وقت نے ساتھ دیا اور نہ ہی موقع ملا اور اب 3 سال سے وہ گھر والوں کی یاد سے ہی دل بہلایا کرتے تھے۔ اُن کے بڑے بھی اُن کی اِس خواہش سے واقف تھے' لیکن وہ بھی مجبور تھے اور مجبوری تو نام ہی صبر کا ہے۔

"امّی جان! جب میں بڑا ہو جاؤں گا تو بابا کے پاس جا سکوں گا نا...؟ ہیں نا امّی جان...؟ بتائیں نا...؟" ہادی اپنی ماں کے چہرے کو ہلاتے ہوئے پوچھ رہا تھا اور عاتکہ جو سامنے دیوار پر کسی نادیدہ شے کو پُر سوچ نگاہوں سے گھور رہی تھی بس "ہوں...ں" کر کے رہ گئی۔

"لیکن میں بڑا کب ہوں گا...؟ ابھی تو میں چھوٹا ہوں نا...؟" ہادی کو اب ایک نئی پریشانی لاحق ہو گئی تھی۔ "امّی جان! بتائیں نا...؟؟" (بقیہ ص 15 پر)

عطر لگانا سنت
سنت پر عمل ثواب
Oud al Hassan
عود الحسن
Glowing in fragrance
متوھجة فی العطر
الکوحل سے پاک
عطریات اینڈ پرفیومز
عمدہ و اعلیٰ اور نفیس خوشبوؤں کے استعمال
سے آپ کی شخصیت میں نکھار آتا ہے
فرانس، سعودیہ، دبئی، ہالینڈ، جرمنی، انڈیا
کے الکوحل سے پاک عطریات
پورے پاکستان میں ڈیلیوری کی سہولت
نیز ہمارے یہاں پر جائے نماز، ٹوپی، تسبیح اور احرام دستیاب ہے۔
Shop# 1, 27-C, 15th Commercial Street Opposite Hafiz Ayaz Masjid, Phase 2 (EXT),
D.H.A, Karachi, Pakistan. Phone: 021-35317633, 0306 0117633
facebook.com/oudalhasan instagram.com/oudalhasan www.oudhalhasan.com

حضرت اَحنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ
بصرہ کے تابعی

قابل اقتدا ہستیاں

سر براہِ قوم : احنف بن قیسؒ اپنی قوم کے سر دار تھے ' بل کہ بے مثال اور باکمال سر دار تھے ' جیسا کہ حسن بصریؒ نے فرمایا : ”میں نے کسی بھی قوم کا سر دار احنف سے زیادہ باکمال اور صاحبِ فضیلت نہیں دیکھا ! “ جاہ و اقتدار کی نہ انھوں نے کبھی چاہت کی ' نہ تمنا 'لیکن وہ صفات ہی ایسی رکھتے تھے کہ منصب اور اقتدار ان کے قدموں میں آکر گرتے تھے۔ خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان نے ان کو خط لکھا ' جس میں خلیفہ نے ان کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی اور شام کی گورنری کا عہدہ سونپنے کا وعدہ کیا ' وہ (اپنے ساتھیوں سے) کہنے لگے : ”ابن الزرقا یعنی عبدالملک بن مروان مجھے شام کا گورنر بنانے کے لیے بلا رہے ہیں ' اللہ کی قسم ! میری یہ چاہت ہے کہ میرے اور ان کے درمیان آگ کا پہاڑ ہو (یعنی میری ان سے ملاقات بھی نہ ہو)۔ “

خالد بن صفوان کہتے ہیں : ”احنف بڑائی (سرداری) سے دور بھاگتے تھے 'لیکن سرداری ان کا پیچھا کرتی تھی۔ “

فرمایا : ”والی (رئیس) اور گورنر (حاکم) کو چاہیے کہ غصہ نہ ہو ' کیوں کہ طاقت کے ہوتے ہوئے غصہ دو (خطرناک) چیزوں کو جنم دیتا ہے :

(1) تلوار کا استعمال (2) اور پھر ندامت۔

اجتماعی فکر : قائدانہ صفات میں سے ایک بہت اہم صفت یہ ہے کہ اپنے سے زیادہ دوسروں کی فکر میں کُڑھنا ' اپنی قوم کے لیے تڑپنا اور قوم کی آسودگی و خوش حالی کے لیے کوشش و سعی کرنا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (بصرہ کے گورنر) نے بصرہ سے ایک وفد امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا ' احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ بھی ہم رکاب تھے۔ امیر المومنین کے پاس پہنچ کر ہر شخص نے اپنے ذاتی معاملات کے متعلق گفتگو کی۔ احنف سب سے آخر میں تھے ' جب یہ کھڑے ہوئے تو حمد و ثنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے بعد یوں گفتگو فرمائی : ”اما بعد ! امیر المومنین ! مصر کے باشندے ' فرعون اور اس کے ہم نشینوں کی کوٹھیوں میں جا بسے ہیں اور اہلِ شام ' قیصر کی رہائش گاہوں میں قرار پا چکے ہیں اور اہلِ کوفہ ' کسریٰ کے ایوانوں اور کارخانوں کو تحویل میں لے چکے ہیں اور وہاں میٹھے پانی کی نہروں میں اور پھل دار باغات میں رہ رہے ہیں ' جہاں ان کا پھل اور میوے پکنے سے بھی پہلے ان کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ جب کہ اہلِ بصرہ کی زمین بَنجر (نا قابلِ کاشت) اور شور (نمکین پانی والی) ہے ' جہاں پانی بھی جا کر نمک بن جاتا ہے ' نہ اس کی مٹی خشک ہوتی ہے اور نہ وہاں کھیتی اُگتی ہے۔ اس کے ایک طرف کھارا اور نمکین سمندر ہے اور دوسری طرف لق و دق صحرا ہیں۔ ہمارے پاس (غلّہ کا) سامان صرف شُتر مرغ کی گردن جتنا (یعنی بہت تھوڑا) آتا ہے ' لہٰذا ہماری بدحالی ختم کریں ' ہمارا معاشی معیار بلند کریں اور ہمارے درہم کو چھوٹا کر دیں (درہم چاندی کے سکے کو کہتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ سکّہ چھوٹا ہونے سے چاندی کم لگے گی اور مالیت اُتنی ہی رہے گی ' جتنی پہلے تھی) اور ہمارا پیمانہ بڑھا دیں (یعنی سابقہ قیمت میں ہی زیادہ راشن ملے) اور ہمارے لیے میٹھے پانی کی نہر جاری کروائیں۔ “ یہ تقریر سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا : ”تم میں سے کوئی بھی اس جیسا نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی قسم ! یہی رئیس و سر براہ ہے۔ “

خاموشی کا اثر : عقل مند اور ذہین آدمی کی زبان اس کی عقل کے پیچھے ہوتی ہے ' وہ بہت سمجھ کر کچھ بولتا ہے ' بل کہ وہ خاموش رہ کر بھی وہ کچھ کر گزرتا ہے ' جو بے حکمت ' جذباتی لوگ چیخ چلّا کر بھی نہیں کر پاتے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد زیاد بصرہ کا گورنر بنا ' وہ

حذیفہ رفیق

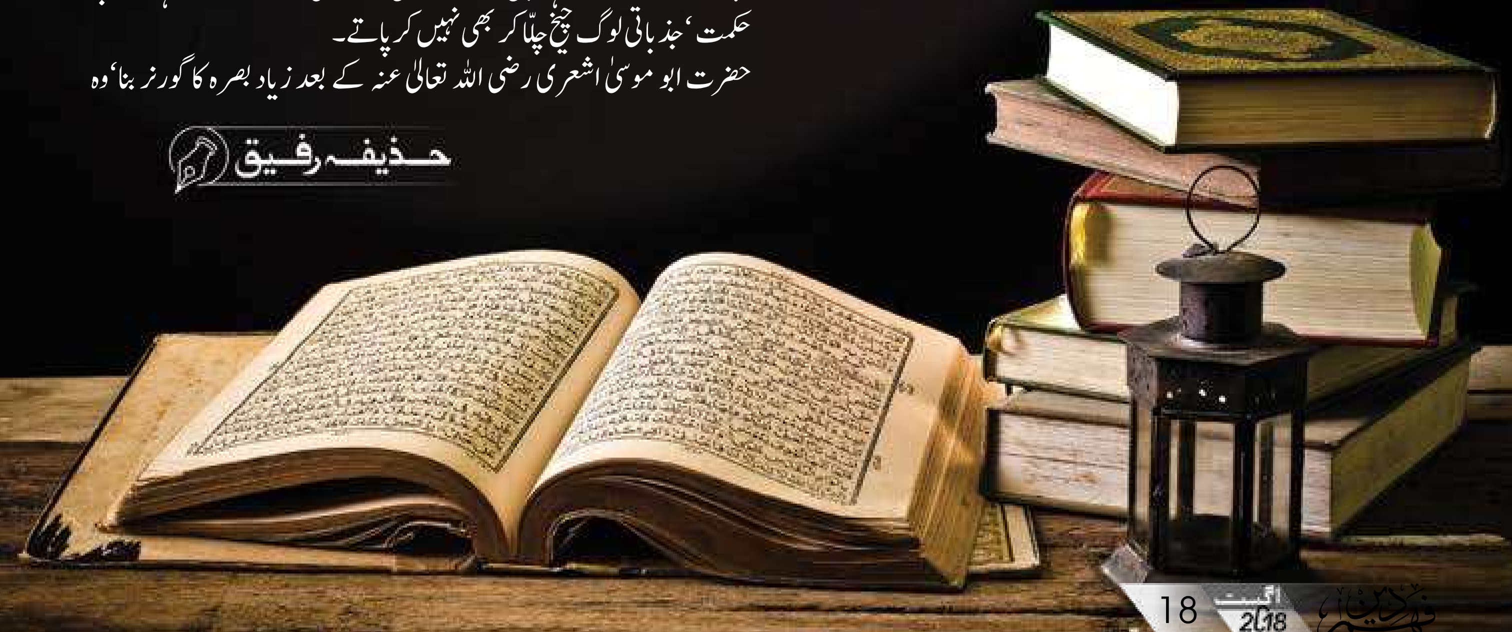

بھی احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کی بے حد تعظیم کرتا تھا' اس کے بعد اس کا بیٹا عبید اللہ گورنر بنا' وہ اپنی کم عقلی کی بنیاد پر احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کو سمجھ نہ سکا' اس لیے ان کو بہت پیچھے کر دیا اور دوسروں کو ان سے آگے بڑھا دیا۔ کچھ عرصہ بعد عبید اللہ بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ اپنے سرکاری اہل کاروں کو لے کر امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''تمام اراکین کو ان کے مراتب کے لحاظ سے میرے پاس بھیجنا۔''

حضرت احنفؒ بہت دیر سے اندر آئے۔ حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جیسے ہی احنف کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور ان کو آگے اپنے پاس بلایا اور تعظیم و اکرام کے ساتھ اپنے تخت پر جگہ دی اور اپنے ساتھ بٹھا کر' تمام حاضرین کو چھوڑ کر ان ہی کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہو گئے۔

پھر تمام حاضرین نے عبید اللہ کی مدح سرائی کی اور شکریہ ادا کیا۔ حضرت احنفؒ خاموش رہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیا بات ہے؟ آپ کچھ نہیں کہہ رہے؟'' فرمایا: ''میں کہوں گا تو ان (کی بات) کے خلاف کہوں گا!'' یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تم سب کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عبید اللہ کو معزول کر دیا ہے۔'' پھر سب سے کہا: ''اب آپس میں مشورہ کر کے کسی کو گورنر طے کرو اور تین دن بعد آ کر مجھے بتاؤ۔''

جب وہ سب باہر نکلے تو ہر ایک گورنر بننا چاہتا تھا۔ تین روز بعد جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں سب جمع ہوئے تو ہر ایک کی الگ رائے تھی۔ آوازیں بلند ہونے لگیں' شور سا مچنے لگا' بد نظمی کی سی کیفیت پیدا ہو گئی' اس وقت بھی احنفؒ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر ان سے پوچھا: ''ابو بحر (احنفؒ کی کنیت)! آپ کی کیا رائے ہے؟'' تو احنفؒ نے فرمایا: ''آپ اگر اپنے خاندان میں سے کسی کو گورنر بنانا چاہتے ہیں تو ان میں عبید اللہ جیسا کوئی نہیں ہے' وہ ایک مستقل مزاج' پختہ ارادے والا آدمی ہے' اس کی جگہ کوئی دوسرا نہیں لے سکتا۔ ہاں! اگر کسی اور کو سونپنا چاہیں تو آپ اپنے کارکنوں کو زیادہ بہتر جانتے ہیں۔''

احنفؒ کی بات سن کر امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ کو دوبارہ گورنر بنانے کا فیصلہ جاری کر دیا' پھر تنہائی میں عبید اللہ کو بلا کر کہا: ''تم احنفؒ جیسے آدمی کو نہیں پہچان سکے' اس نے خاموش رہ کر تمہیں معزول کرا دیا اور خاموش رہ کر ہی دوبارہ تمہیں گورنر بنا دیا۔'' اس کے بعد عبید اللہ نے احنفؒ کو اپنا مشیرِ خاص اور راز دار بنا دیا اور ان کا مرتبہ بہت بلند ہو گیا۔

وفات: احنفؒ کا مصعب بن زبیرؓ سے گہرا تعلق تھا' وہ کوفہ کے گورنر تھے۔ احنفؒ ان سے ملنے کے لیے کوفہ گئے' وہاں ان کی طبیعت بگڑی اور آخر وہیں 72ھ میں انتقال ہوا۔ مصعب بن زبیرؓ ان کے جنازے میں بھی شریک تھے' حالاں کہ ان کے پاس (سائے کے لیے) چادر وغیرہ بھی نہیں تھی اور فرما رہے تھے: ''آج سمجھ داری اور بلند ہمتی رخصت ہو گئی۔'' اور مصعبؒ نے ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

گلدستۂ صفات: احنف رحمۃ اللہ علیہ جو کچھ تھے' اپنی صفات کی بدولت تھے۔ پیچھے آپ نے جو احنفؒ کی صفات پڑھی ہیں' یہاں ان کا خلاصہ لکھا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے حق میں اس کو نافع بنائے۔ (آمین)

آپؒ شہرت سے کوسوں دور بھاگتے تھے' سرداری کا کبھی شوق نہیں تھا' لیکن صفات ایسی اعلیٰ اور خوب تھیں کہ سرداری ان کے سوا کسی اور پر جچتی ہی نہ تھی۔ آپؒ خدا ترس انسان تھے۔ نماز کے ساتھ آپؒ کا عجیب لگاؤ تھا۔ آپؒ نے اپنی راتوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔ لوگوں سے محبت کرتے تھے' ہر جائز طریقے سے دوسروں کو خوش کرنے کی کوشش کرتے تھے' کبھی ان سے کوئی بلاضرورت بات نہیں سنی گئی' منصب کو حاصل کرنے یا اپنی عزت لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کی کبھی کوشش نہیں کرتے تھے' چناں چہ اگر کسی اجنبی سے ملتے تو بلاضرورت اپنا تعارف نہیں کراتے' بنا کسی کے مشورہ مانگے' مشورہ نہیں دیتے تھے' کبھی کسی اور کے معاملہ میں ذرّہ برابر مداخلت نہیں کرتے تھے' تجسّس سے خوب بچتے تھے۔ (تجسّس کی ممانعت قرآن میں آئی ہے' لیکن اب یہ عام وبا بن چکی ہے۔ ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کے موبائل میں کانی آنکھ سے دیکھنا بھی تجسّس ہے اور دو آدمی بات کر رہے ہوں تو قریب سے گزر کر ان کی بات سننے کی کوشش کرنا بھی تجسّس ہے۔)

آپؒ اپنے وقت کو حد درجے قیمتی بناتے تھے' کبھی طیش میں نہیں آئے' کبھی آپے سے باہر نہیں ہوئے' حق بات کو کبھی نہیں ٹھکرایا۔ ہمیشہ غصے کا جواب بردباری سے دیتے' بد زبانی کا جواب میٹھے بول اور نرم لہجے سے دیتے اور تُرش روئی کا جواب وُسعتِ ظرفی سے دیتے تھے۔ فیصلہ کرنے میں جلدی نہیں کرتے' مجلس میں سب کو بولنے کا موقع دیتے اور خاموشی سے سب کی بات سنتے' پھر آخر میں خود بولتے اور وہ ایسی گفتگو ہوتی کہ پھر اس کے بعد کوئی نہیں بول پاتا' ان کی بات آخری مہر ثابت ہوتی' ایک ایک لفظ سوچ کر اور تول کر زبان سے نکالتے تھے' کبھی غلبۂ حال میں فیصلہ نہیں فرماتے تھے۔ صبر و تحمّل کا بے مثال نمونہ اور بردباری کا اعلیٰ مظہر تھے' بڑی سے بڑی تکلیف کو انتہائی ہمت و حوصلہ سے برداشت کر لینا اور سہہ جانا' ان کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ بد زبان سے بد زبان آدمی کی بات سن کر' آپؒ کے مزاج میں بالکل بھی فرق نہیں آتا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ احنفؒ ہماری ہی طرح کے ایک انسان تھے' لیکن آپؒ نے اپنے آپ پر محنت کی' اپنے وقار کی حفاظت کی اور اپنے اندر صبر و تحمل کی صلاحیت پیدا کی' ان کا قول ہے: ''میں حلیم (بردبار) ہوں نہیں' لیکن میں تکلّف کے ساتھ بردبار بننے کی کوشش کرتا ہوں۔'' یعنی جو چیزیں دوسروں کو بری لگتی ہیں' وہ مجھے بھی بری لگتی ہے' لیکن میں اپنے نفس پر جبر کر کے اس کو سہتا ہوں اور اس پر صبر کرتا ہوں۔ یقیناً ان صفات میں ہمارے لیے مثالی زندگی گزارنے کے اصول ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں بھی یہ صفات عطا فرمائے اور اس کے لیے کوشش کرنے والا بنائے۔ آمین

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

دفتری اوقات میں نماز، ذکر و تلاوت وغیرہ کا حکم

سوال: بعض سرکاری ملازمین، مثلاً: اساتذہ، کلرک وغیرہ ڈیوٹی کے اوقات کے دوران، جب کہ کوئی وقفہ بھی نہیں (یعنی وقفہ کے علاوہ) اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور اس دوران کوئی کام نہیں کرتے، جس کی وجہ سے اساتذہ کرام سے بچوں کا اور دیگر ملازمین سے دفتر اور متعلقہ افراد کا نقصان یا کام کا حرج ہوتا ہے، ان کا یہ فعل ثواب ہے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ سرکاری ملازمین ہوں یا نجی ملازم، ان کے اوقاتِ کار ان کے اپنے نہیں، بل کہ جس ادارے کے وہ ملازم ہیں اس نے تنخواہ کے عوض ان اوقات کو ان سے خرید لیا ہے۔ ان کے وہ اوقات اس ادارے اور قوم کی امانت ہیں۔ اگر وہ ان اوقات کو اس کام پر صَرف کرتے ہیں جو ان کے سپرد کیا گیا ہے تو امانت کا حق ادا کرتے ہیں اور ان کی تنخواہ ان کے لیے حلال ہے۔ اگر ان اوقات میں کوئی دوسرا کام کرتے ہیں (مثلاً: ذکر و تلاوت وغیرہ) یا کوئی کام نہیں کرتے، بلکہ گپ شپ میں گزار دیتے ہیں تو وہ امانت میں خیانت کرتے ہیں اور ان کی تنخواہ ان کے لیے حلال نہیں۔

تاہم اگر دفتر کا مطلوبہ کام نمٹا چکے ہیں اور وہ کام نہ ہونے کی وجہ سے فارغ بیٹھے ہوں تو اس وقت ذکر و تلاوت کرنا جائز ہے، اسی طرح کسی اور اچھے کام میں اس وقت کو صَرف کرنا بھی صحیح ہے۔

ہمارا ملازم طبقہ اس معاملے میں بہت کوتاہی کرتا ہے، دیانت و امانت کے ساتھ کام کے وقت کام کرنے کا تصور ہی جاتا رہا۔ یہ حضرات عوام کے نوکر ہیں، ملازم ہیں۔ سرکاری خزانے میں عوام کی کمائی سے جمع ہونے والی رقوم سے تنخواہ پاتے ہیں، لیکن کام چوری کا یہ عالم ہے کہ عوام دفتروں کے بار بار چکر لگاتے ہیں اور ناکام واپس ہو جاتے ہیں۔ اگر رشوت یا سفارش چل جائے تو کام فوراً ہو جاتا ہے۔ گویا یہی حضرات سرکار کے اور سرکار کی وساطت سے عوام کے ملازم نہیں، بلکہ رشوت و سفارش کے ملازم ہیں۔ انصاف کیا جائے کہ ایسے ملازمین کی تنخواہ ان کے لیے کیسے حلال ہو سکتی ہے؟ اگر ان کو دل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس ہو اور انھیں معلوم ہو کہ کل قیامت کے دن ان کو اپنے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے تو دفتری کام کو دیانت و امانت کے ساتھ انجام دیا کریں اور عوام ان کے طرزِ عمل سے پریشان نہ ہوا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں امانت و دیانت کی دولت سے بہرہ وَر فرمائیں!

لباس کے شرعی احکام

سوال: آج کل لڑکیوں کے نت نئے ڈیزائن اور فیشن والے ملبوسات مارکیٹوں میں دستیاب ہیں، ہماری بزرگ خواتین ان لباسوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی ہیں اور صرف روایتی ملبوسات، مثلاً: شلوار، قمیض وغیرہ پہننے کی اجازت دیتی ہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا فیشن اور دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق لباس پہننا جائز نہیں ہے؟ میرا مطلب ہے کہ ایسا لباس جو فیشن میں بھی شامل ہو اور اس سے کسی اسلامی حکم کی خلاف ورزی بھی نہ ہوتی ہو، مثلاً: میکسی، فلیپر، شرٹ وغیرہ۔ ویسے بھی تو اسلام نے لباس کے معاملے میں صرف تن ڈھانکنے کی تنبیہ کی ہے اور کسی خاص وضع اور ہیئت کا لباس مخصوص نہیں کیا، جوں جوں زمانہ گزرتا جا رہا ہے، لباس کی قطع وبُرید بھی تبدیل ہوتی جا رہی ہے، لہٰذا دیگر تغیر پزیر چیزوں کو اپنانے کے ساتھ ساتھ اگر لباس کی تبدیلیوں کو بھی اپنایا جائے تو اس میں کیا قباحت ہے؟

جواب: واضح رہے کہ لباس جس وضع کا بھی پہنا جائے، جائز ہے، بشرطیکہ اس میں مندرجہ ذیل امور سے احتراز کیا جائے:

1: اس میں فضول خرچی نہ ہو، یعنی اپنی استطاعت سے بڑھ کر مہنگا لباس نہ ہو۔

2: فخر و تکبر اور دکھلاوا مقصود نہ ہو۔

3: کافروں اور فاسقوں کی مشابہت نہ کی جائے۔

4 : مردوں کا لباس عورتوں کے اور عورتوں کا لباس مردوں کے مشابہ نہ ہو۔
5 : لباس ایسا تنگ اور باریک نہ ہو کہ اس سے بدن یا بدن کی بناوٹ نمایاں ہوتی ہو۔

اجرت سے زائد رقم دینے کا فیشن

سوال: آج کل ہمارے معاشرے میں ایک نئے فیشن کا رواج بڑھتا جارہا ہے۔ وہ یہ کہ ”ٹپ“، ”بخشش“ اور ”اوپر کی آمدنی“ کے نام سے کسی خدمت گار کو اس کی خدمتوں کے طفیل اس کے مقررہ معاوضے کے علاوہ فاضل انعام دیا جاتا ہے۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: واضح رہے کہ کسی شخص کو اس کے مقررہ معاوضے سے زائد رقم دے دینا نہ صرف جائز، بلکہ مستحب ہے، لیکن اس سلسلے میں چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

1 : لینے والوں کو اپنے مقررہ معاوضے سے زیادہ کی طمع اور حرص نہیں ہونی چاہیے۔
2 : اگر کوئی شخص انعام نہ دے تو نہ اس سے مطالبہ کیا جائے، نہ اس کو بخیل سمجھا جائے کہ شرعاً یہ دونوں باتیں حرام ہیں۔
3 : جو چیز حرام کا ذریعہ بنے وہ بھی حرام ہوتی ہے، مثلاً: پیشہ ورانہ طور پر بھیک مانگنا حرام ہے اور جو لوگ ان پیشہ ورانہ بھکاریوں کو پیسے دیتے ہیں وہ گویا ان کو بھیک مانگنے کا خوگر اور عادی بناتے ہیں، اس لیے بعض علمائے وقت نے تصریح کی ہے کہ پیشہ ور بھکاریوں کا بھیک مانگنا ہی حرام نہیں، ان کو دینا بھی حرام ہے۔ اسی طرح اگر زائد رقم دینے کے ذریعے ان حضرات میں مطالبہ کرنے کی عادت پڑنے اور نہ دینے والے کو بخیل اور حقیر سمجھنے کا مرض پیدا ہو جائے تو یہ سب خود لائقِ ترک ہو جائے گا۔

جان چھڑانے کے لیے رشوت دینا

سوال: آج کل پولیس والے، لوگوں کو بلاوجہ تنگ کرتے ہیں۔ گاڑیوں کے کاغذات وغیرہ پورے ہونے کے باوجود کہتے ہیں کہ جرمانہ دو! یہ جرمانہ بطورِ رشوت کے لیتے ہیں۔ اگر جرمانہ نہ دیا جائے تو چالان کر دیتے ہیں، جس سے عدالتوں کی مصیبت گلے پڑ جاتی ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ اگر ایسی صورتِ حال میں کوئی آدمی رشوت دے کر اپنی جان چھڑا لیتا ہے تو کیا وہ اس حدیث کا مصداق ہوگا کہ رشوت دینے اور لینے والا دونوں جہنمی ہیں؟ اگر ایسا واقعہ پیش آجائے تو کیا کیا جائے؟

جواب: اپنی عزت بچانے کے لیے اگر مجبوری سے رشوت دینی پڑے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر پکڑ نہیں فرمائیں گے۔

ناجائز کمائی بچوں کو کھلانے کا گناہ کس پر ہوگا؟

سوال: ایک آدمی اپنے بچوں کو ناجائز طریقے سے کمائی ہوئی دولت کھلاتا ہے، یہاں تک کہ بچے بالغ اور سمجھ دار ہو جاتے ہیں اور بچوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے باپ نے ہمیں حرام کی کمائی کھلائی، تو کیا بچوں کو اپنے والدین سے الگ ہو جانا چاہیے؟ اگر بچے ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ خود کما کھا سکیں تو بچوں کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا باپ کا گناہ بچوں کو بھی ہوگا؟

جواب: واضح رہے کہ بالغ ہونے اور علم ہو جانے کے بعد تو بچے بھی گناہ گار ہوں گے، لہٰذا ان کو اس قسم کی کمائی سے پرہیز کرنا چاہیے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر الگ ہونا چاہیے، البتہ والدین کی خدمت اور احترام میں کوئی کمی نہ کریں اور ان کی ضروریات اگر ہوں تو ان کو بھی پورا کیا کریں۔

اپنی زندگی میں جائیداد کس نسبت سے اولاد کو تقسیم کرنی چاہیے؟

سوال: میری چھ اولادیں ہیں، جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے: 4 لڑکیاں شادی شدہ، ایک لڑکا شادی شدہ، ایک لڑکا غیر شادی شدہ۔ میری کچھ جائیداد ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اولاد میں سے جس جس کا جو حصہ شریعت کی رُو سے بنتا ہے، میں اپنی زندگی میں ہی اس کو حصہ دے دوں۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ پہلے غیر شادی شدہ لڑکے کا حصہ نکال کر (یعنی شادی کے اخراجات) باقی جائیداد اور نقدی کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ ایک روز چاروں لڑکیاں اور چاروں داماد موجود تھے، میں نے ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا، چوں کہ چاروں لڑکیاں صاحبِ نصاب ہیں انھوں نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بہت دیا ہے، ہم چاروں اپنے حصے دونوں بھائیوں کو دینا چاہتی ہیں۔ اب فرمائیے کہ اس جائیداد کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں آپ اپنے غیر شادی شدہ لڑکے کے اخراجات نکال کر اس لڑکے کے حوالے کر کے باقی جائیداد اپنی زندگی ہی میں اپنی تمام اولاد میں تقسیم کر سکتے ہیں، البتہ اس تقسیم کے لیے ضروری ہے کہ لڑکے اور لڑکی دونوں کو برابر کا حصہ دیں، نیز جو جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ان کے درمیان تقسیم کریں، وہ ان کے قبضے میں دے دیں۔ اگر آپ نے جائیداد ان کے قبضے میں نہیں دی، بلکہ محض کاغذی طور پر تقسیم کی ہے اور جائیداد اپنے قبضے میں رکھی ہے تو آپ کے انتقال کے وقت وہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ جو آپ کے قبضے میں ہے، اس کی تقسیم میراث کے اصولوں کے مطابق ہوگی، یعنی لڑکی کا ایک حصہ اور لڑکے کے دو حصے۔ آپ کی لڑکیاں اگر اپنے حصے سے دست بردار ہونا چاہتی ہیں تو آپ اپنی تمام جائیداد اپنے لڑکوں کو دے سکتے ہیں۔ اس صورت میں اگر آپ نے لڑکوں کے درمیان جائیداد تقسیم کر کے ان کو قبضہ دے دیا تو آپ کے انتقال کے بعد آپ کی لڑکیوں کو اس میں حصے کا مطالبہ کرنے کا حق نہ ہوگا۔ اگر آپ نے انتقال تک لڑکوں کو قبضہ نہ دیا تو آپ کے انتقال کے بعد لڑکیاں اس جائیداد میں اپنے حصے کا مطالبہ میراث کے اصولوں کے مطابق کر سکتی ہیں۔

Perfect®
Freshener
رہو خوشبوؤں میں
Perfect®
Freshener
Room
Freshener
اصلي
ASLEE
LA PERFUME
Dry
300 ml e
THE WELCOMING
FRAGRANCE
OF HOME
/perfectairfreshener
Imported & Marketed by
Shakeel Enterprises
www.se.com.pk

خالص دودھ... بیماریوں سے دور

کیا خوبصورت دور تھا جب نعمتوں کی فراوانی تھی۔ ہر شخص کو خالص چیزیں باآسانی میسر آجاتی۔ غذائوں میں ملاوٹ کرنا سنگین جرم سمجھا جاتا تھا۔ اب تو دودھ دینے والے بے زبان جانور دودھ فروشوں کے ستم سے محفوظ نہیں۔ دودھ زیادہ حاصل کرنے کے لیے روزانہ صبح شام ان جانوروں کے جسم کو سوئیوں سے گودا اور چھلنی کیا جاتا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ گھر سے چند فاصلے پر گائے بھینسوں کے باڑے ہوا کرتے تھے اور گوالا صبح سویرے دودھ کی چوائی کرکے عمدہ خالص دودھ ہر گھر میں پہنچایا کرتا تھا۔ اس دودھ کو پینے سے سوندا پن اور لذّت حاصل ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ خالص دودھ پی کر لوگ تندرست اور توانا رہتے اور بیماریوں سے محفوظ رہتے اور بہت کم ہی ہسپتالوں کا رُخ کرتے۔

دودھ
کثیر الفوائد مرکب ہے

حکیم شمیم احمد

ہمارا جسم اور توانائی

ہمارا جسم بہت سی چیزوں پر مشتمل ہے۔ یہ گوشت، ہڈیوں، پٹھوں، جھلیوں، اعصاب، مختلف ڈوریوں، کئی قسم کی گلٹیوں اور اعضا سے مل کر بنا ہے۔ ان اعضا کی بناوٹ پرورش اور مرمّت کے لیے جدا جدا چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً گوشت کے لیے غذا میں لحمیات (پروٹین) درکار ہوں گے، ہڈیوں اور ان سے متعلقہ اعضا کے لیے کیلشیم کی ضرورت ہوگی، جسمانی حرارت اور توانائی کو برقرار رکھنے کے لیے نشاستہ اور چکنائی مطلوب ہوگی، جسم کی کارکردگی منظّم رکھنے اور امراض سے حفاظت کے لیے حیاتین (وٹامن) چاہیے ہوں گے اور دورانِ خون کی روانی کے لیے پانی اور دیگر نمکیات کی ضرورت ہوگی۔ معدنیات خون بنانے اور دیگر اعضا کی مضبوطی کے لیے ضروری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قدرت نے ہماری غذائوں میں طرح طرح کی چیزیں شامل کردی ہیں۔ کچھ چیزوں سے ہمیں لحمیات ملتے ہیں۔ کچھ سے نشاستہ اور چکنائی فراہم ہوتی ہے اور بعض ایسی ہیں جو حیاتین، نمکیات اور معدنیات کی رسد کا ذریعہ بنتی ہیں۔

کچا دودھ اور ایک احتیاط

اس میں کوئی شک نہیں کہ دودھ بغیر جوش دیے ہوئے پینا ہی فطری طریقہ ہے۔ بچے کا اپنی ماں سے فطری طریقے پر دودھ پینا اس کا واضح ثبوت ہے، مگر اس صورت میں جانوروں کا طبّی معائنہ وقتاً فوقتاً ہوتے رہنا اور ان کو امراض سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ اگر کچا دودھ پینا مقصود ہو تو اسے تھن سے نکالنے کے فوراً بعد یعنی اس کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے ہی پی لینا چاہیے، چوں کہ دودھ کو جراثیم بہت جلد متاثر کردیتے ہیں۔ ویسے ترقی پزیر ممالک میں جہاں جانوروں کی دیکھ بھال اور ان کے باقاعدہ طبّی معائنے کا فقدان ہے، دودھ کو جوش دے کر پینا ہی مناسب ہے۔

بکری کا دودھ... جِلدی امراض میں انتہائی مفید

بعض اوقات بکری کا دودھ پھاڑ کر اس کا پانی حاصل کرلیا جاتا ہے اور ایک بوٹی افتیمون (اکاس بیل) ململ کے کپڑے میں پوٹلی باندھ کر اس پانی میں ڈال دی جاتی ہے۔ پھر اسے جوش دے کر اور چھان کر یہ پانی پلایا جاتا ہے جو دماغی امراض، پرانی خارش، داد، جذام اور دیگر جِلدی امراض میں فائدہ کرتا ہے۔

دودھ بطورِ غذا

تجربات اور تحقیق سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ جن علاقوں میں دودھ اور اس سے متعلقہ چیزیں کثرت سے استعمال کی جاتی ہیں، وہاں کے لوگ ذہین، جسیم اور محنتی ہوتے ہیں اور ان کی عمریں دراز ہوتی ہیں۔اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں میں سے اکثر نے دودھ کو بطور غذا پسند فرمایا ہے اور ان میں سے بیشتر کا پیشہ بھی گلہ بانی اور بکریاں چرانا تھا۔ حضور اقدس ﷺ بھی بچپن میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔

متوازن غذا... صحت کی ضامن

انسان کے صحت مند رہنے اور اس کے جسم کی درست نشو نما کے لیے غذا کا متوازن ہونا ضروری ہے، یعنی اس کی غذا میں نشاستہ، چکنائی، لحمیات اور حیاتین وغیرہ سب شامل ہونا چاہیے۔اگر آپ سے کہا جائے کہ کوئی ایسی غذا منتخب کریں جس میں مذکورہ بالا تمام اشیا موجود ہوں جو انسان کی بقا کا ضامن ہو اور اسے بیماریاں کمزور بھی نہ ہونے دیں تو آپ کا ذہن دودھ کی طرف ہی جانا چاہیے جو ایسا جامع اور کثیر الفوائد مرکب ہے، جسے پورے اعتماد کے ساتھ استعمال کیا جاسکتا ہے اور اس میں موجود غذائی اجزا جسم کی مانگ کو کافی حد تک پورا کر کے جسم کی پرورش اور بڑھوتری کا باعث بنتے ہیں۔ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کرتے ہیں۔ قوت و توانائی فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ بیماریوں سے حفاظت کرتے ہیں اور نظام دورانِ خون کو درست رکھتے ہیں، چناں چہ پیدائش کے فوراً بعد انسان کا سابقہ جس غذا سے پڑتا ہے اور جو اس کی مکمل نشو نما کرتی ہے، وہ دودھ ہی ہے اور بچہ جب تک دیگر غذائیں کھانے کے قابل نہ ہو جائے، دودھ ہی پر اس کا انحصار رہتا ہے۔اسی طرح آگے چل کر عمر کے کسی بھی حصے میں اگر کسی وجہ سے انسان دیگر غذائیں استعمال کرنے کے قابل نہ رہے تو دودھ اس کے لیے کافی ثابت ہو سکتا ہے۔

فوائد

1. دودھ میں تریاق بھی ہے یعنی یہ زہر کے اثرات کو زائل کرتا ہے۔
2. اونٹنی کا دودھ امراض طحال (تلّی) میں مفید ہے۔
3. دودھ تیزابیت دور کرنے کے ساتھ ساتھ پیشاب کی جلن کو بھی رفع کر دیتا ہے۔
4. اونٹنی کا دودھ مرض استسقا (پیٹ میں پانی بھر جانا) میں مفید ہے۔
5. ...دودھ میں ململ کا کپڑا بھگو کر اسے سر پر رکھنا بھی باعث تسکین ہوتا ہے۔
6. دائمی نزلے کے مریض گائے کے نیم گرم دودھ میں ایک چمچہ شہد ملا کر استعمال کریں تو تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔
7. کمزور لوگوں خصوصاً بچوں کو جن میں پروٹین اور قوت کی کمی ہو دودھ میں کچا انڈا ملا کر پلاتے ہیں جس سے فائدہ ہوتا ہے۔
8. شدید کمزوری اور جسم میں پانی کی کمی ہو جانے پر دودھ میں شہد یا گلوکوز کو ملا کر دیا جاتا ہے جس سے کمزوری رفع ہو جاتی ہے۔
9. دودھ میں کیلشیم کی مقدار دوسری غذاؤں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوتی ہے اور کیلشیم ہڈیوں کی نشو نما کے لیے لازمی جزو ہے۔
10. ...زخم معدہ کے مریضوں کو دودھ استعمال کرایا جاتا ہے۔دودھ پیتے ہی معدے میں ٹھنڈک کا احساس ہو کر جلن میں آرام ہو جاتا ہے۔
11. ...اونٹنی کے دودھ میں نمکیات شامل ہوتے ہیں، جن سے پیشاب کھل کر آتا ہے، کیوں کہ پیشاب زیادہ آنے سے جسم میں رکا ہوا پانی خارج ہو جاتا ہے۔

سل و دق کے مریضوں کے لیے صحت کا خزانہ

گائے کے دودھ میں موجود کیلشیم اور حیاتین دق و سل کے مریضوں کو خصوصیت کے ساتھ فائدہ پہنچاتے ہیں۔ان سے پھیپھڑوں کے زخموں کے بھرنے میں مدد ہوتی ہے۔ نیز عام صحت پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے۔اس لیے سل و دق اور ہڈیوں کی دق کے مریضوں کو زیادہ سے زیادہ دودھ استعمال کرانا چاہیے ۔

کس جانور کا دودھ زیادہ مناسب

ہمارے یہاں جو دودھ استعمال کیا جاتا ہے، ان میں بھینس گائے، بکری اور بھیڑ کا تازہ دودھ شامل ہے۔عرب ممالک میں اونٹنی کا دودھ بھی کثرت سے استعمال ہوتا ہے اور اس کے اپنے طبّی فوائد ہیں، جن لوگوں کا ہاضمہ کمزور ہو انھیں بھینس کا دودھ پینے سے گیس یا قبض کی شکایت رہنے لگتی ہے، ایسے لوگوں کے لیے گائے یا بکری کا دودھ زیادہ مناسب ہے۔

بچوں میں ضرورت سے زیادہ پھرتی اور بے چینی

دودھ کی افادیت کا انحصار اس بات پر بھی ہے کہ وہ کس حد تک خالص شکل میں ہم تک پہنچ رہا ہے۔ایک خطرناک صورت یہ پیدا ہو گئی ہے کہ گائے یا بھینس کا دودھ دوہتے وقت انھیں دودھ دینے پر آمادہ کرنے کے لیے ہارمون کا انجکشن لگایا جاتا ہے۔رفتہ رفتہ اس ہارمون کے اثرات دودھ میں شامل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کے امراض پیدا کرتے ہیں، بعض بچوں میں ضرورت سے زیادہ پھرتی اور بے چینی پائی جاتی ہے، یہ اسی ہارمون کی مرہون منت ہے۔دودھ بڑی نازک اور جلد خراب ہو جانے والی چیز ہے۔دودھ کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے اکثر دودھ فروش اس میں کھانے کا سوڈا ملاتے ہیں اس سے دودھ پھٹنے سے تو بچ جاتا ہے، مگر سوڈے کی زیادہ مقدار بھی جسم میں نت نئے عارضوں کا باعث بن جاتی ہے۔

اپنے ننھے منے کو اسکول بھیجنا ہے یا

اُمِّ مصطفیٰ

کنڈر گارڈن، پری مونٹیسری، پری نرسری اور نت نئے ناموں سے بنے یہ پری اسکول، آج سے ڈیڑھ عشرے پہلے کہیں نہیں نظر آتے تھے، مگر جب سے ماؤں نے دو سال کے ان ننھے منوں کو گھر میں سے نکالنے کی ٹھانی، تو اناپ شناپ جماعتوں کا وجود بھی آگیا، پہلے صرف ڈے کیئر سینٹر ہوتے جو ورکنگ وومن کی سہولت کے لیے شہر میں چند جگہوں پر بنے ہوئے تھے، اس کے علاوہ چار سال بلکہ کچھ گھرانوں میں نانی دادی کے خوف سے مائیں پانچ سال سے پہلے تک نہ بچوں کو اسکول بھیجنے کا سوچتیں، نہ ہی ٹیوشن پر۔ بچہ گھر میں ہی کھیلتے کھیلتے کتنی چیزیں سیکھ جاتا، ساتھ ہی صحت، تن درستی، اور چستی حاصل کر کے اپنی بنیاد بھی مضبوط بناتا۔

آج تو بچے کی دوسری سال گرہ کے ساتھ ہی اسے کنڈر گارڈن کا اسٹوڈنٹ بنا کر ایک ٹینشن اور ذمہ داری سونپ دی جاتی ہے، حالاں کہ پچھلے عشرے کی خواتین کے پاس آج کی خواتین سے زیادہ گھریلو ذمہ داریوں اور کاموں کا انبار ہوتا، بچوں کی تعداد بھی زیادہ تھی، لیکن پھر بھی سب ترتیب سے چلتیں، اور آج سہولیات بھی خوب میسر، بچے بھی کم، لیکن پھر بھی وقت کی کمی کا رونا اور ان ننھے منوں گل گوتھنوں کو بوجھ سمجھنا ناانصافی ہے۔

صبح سویرے، میٹھی میٹھی نیند میں پریوں کے خواب دیکھتے، ہواؤں میں جھولے جھولتے ان معصوموں کو زبردستی اٹھانا اور روتے بسورتے اسکول روانہ کر دینا زیادتی ہے۔ ایک تحقیق میں یہ بات ثابت کی گئی کہ اگر بچہ پر اوائل عمر سے تھوڑی محنت کی جائے تو وہ پانچ سال تک پہنچتے پہنچتے بیک وقت چار زبانیں سیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن ہم ان معصوموں کی ساری صلاحیتیں اور مہارتیں پری پریپ کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں، حالاں کہ گھر پر تھوڑی سی توجہ، ترتیب اور چیزوں کے ساتھ آپ نہ صرف بچے کو ایک اچھے معیاری اسکول کے ون کلاس تک کے لیول پر لا سکتی ہیں، بلکہ اس کے خوب صورت خواب اور صحت بھی پروان چڑھانے کے ساتھ اس کا بچپن بھی محفوظ کر سکتی ہیں۔

کبھی غور کیجیے، یہ ننھے منے اتنی چھوٹی عمروں میں ہی کمزور اور سست نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس کے پیچھے کیا وجوہات ہیں کیا کبھی ہم نے سوچا؟ ڈاکٹروں سے مشورے لینا، ٹاپ فیڈ اور طاقت آور دوائیں پلانے سے کہیں بہتر ہے کہ ہم سویرے سویرے اپنے پیارے کو لے کر باغ کی سیر کو جائیں، اسے تازہ ہوا سے روشناس کروائیں، کھلتی کلیوں اور ٹھنڈی گھاس سے آنکھوں کو خیرہ کریں۔ طلوعِ آفتاب کی نرم نرم دھوپ میں اس گل گوتھنے کے جسم کو تازگی و تقویت پہنچائیں۔ ہلکی پھلکی ورزش سکھائیں۔ یقین کیجیے آپ کے بچے پر اس کے بہترین، مثبت اور دیرپا نتائج نظر آئیں گے۔ ویسے بھی کہتے ہیں نا: ''بچپن کے اثرات پچپن تک جاتے ہیں۔''

پھر ایک بھرپور ناشتہ جس میں فریش جوس، انڈا اور دودھ شامل ہو، اسے کروائیں، حالانکہ اسکول بھیجنے اور جانے کی ٹینشن میں ناشتہ تو کہیں کھو ہی جاتا ہے ان معصوموں کا، پھر اسے کچھ دیر کھیلنے کے لیے وقت دیں، کھلونوں میں بلاک گیم، مصنوعی پھل اور سبزیاں اور اس طرح کے دیگر کھلونے خریدیے، اس سے بچے کی ذہنی صلاحیتیں کھلیں گی۔ ان بلاکس کے رنگ، پھلوں اور سبزیوں کے نام اس کو انگریزی اور اردو میں یاد کروائیں اور جب کبھی کوئی اسی رنگ کی چیز، پھل یا سبزی کھانے اور استعمال میں آئے تو اس سے پوچھیں۔ صحیح بتانے پر اس کو سراہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کوئی ٹافی دیں۔ حوصلہ افزائی اسے مزید سیکھنے پر ابھارے گی۔ تھوڑے عرصے بعد کلرنگ بکس، اور حساب کی کتابیں بازار سے لائیے اور اس کو پینسل، کلر پینسل سے آشنا کروائیے، کچھ مشکل نہیں کہ آپ کا ''نوآموز'' آپ کے پیار بھرے لمس سے قریب رہ کر اچھے سے پروان چڑھے، نہ روئے، نہ سسکے بلکہ صحت کے ساتھ ساتھ اس کی صلاحیتیں نکھرتی جائیں اور آپ کی آنکھوں کو وہ ٹھنڈا کر دے۔ اب فیصلہ آپ پر ہے کہ تھوڑی سی محنت اور وقت کی قربانی پر اپنے پیارے کی صحت اور صلاحیت نکھارنی ہے یا اس سے اس کا بچپن چھین کر ایک بوجھ لادنا ہے؟؟

Your Friend In Real Estate

جُنید امِین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی ۔ایچ ۔اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

جُنید امِین

BAHRIA TOWN

PAKISTAN DEFENCE OFFICERS HOUSING AUTHORITY
HOME FOR DEFENDERS

DHA CITY

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامِی، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

محمد دانش

خط نمبر 41

باپ کا بیٹی کے نام خط

غیبت اور چغلی

میری سعادتمند بیٹی۔ہزار ہا دعائیں!

مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ میری بیٹی اپنی شخصیت کو تمام برائیوں سے دور رکھنے کی حتیٰ الامکان کوشش کرے گی، جن کی ممانعت ہمارے دینِ اسلام میں بھی کی گئی ہے۔ان میں غیبت اور چغلی بھی شامل ہے۔قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ’’اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔سو اس کو ناگوار سمجھتے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے‘‘ (الحجرات) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ ’’کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟‘‘ عرض کیا گیا : ’’اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں۔‘‘ آپ نے فرمایا : ’’غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کو اس طرح سے یاد کرے جو اس کو برا لگے۔‘‘ اس پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ ’’وہ بات میرے بھائی میں موجود ہو تو جو بیان کر رہا ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟‘‘ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ’’اگر تو نے بھائی کا عیب بیان کر دیا جو اس میں ہے، تب تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر تو نے اس کے بارے میں وہ بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو اس پر بہتان لگایا‘‘ (مشکوٰۃ) ظاہر ہوا کہ ہمیں کسی اُس برائی کا تذکرہ بھی نہیں کرنا چاہیے جو اُس میں موجود ہو۔آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ جہاں کچھ لوگ خصوصاً خواتین اکٹھی بیٹھی ہوں تو دوسروں کا ذکر چھیڑ دیتی ہیں۔ایسا بھی ہوتا ہے کہ محفل سے جیسے ہی کوئی خاتون اُٹھ کر جاتی ہے تو اُس کے متعلق باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔اس میں ذکرِ خیر کم اور برائیاں اور عیب زیادہ بیان کیے جاتے ہیں۔ایسے موقعوں پر خود کو بچانا انتہائی ضروری ہے، کیوں کہ غیبت کرنا اور غیبت سننا دونوں گناہِ کبیرہ ہیں، جس طرح بہت سے گناہ کے کام اپنے اندر ایک لطف اور کشش رکھتے ہیں، اسی طرح غیبت کرنے اور سننے میں بھی لوگوں کو بڑا مزہ آتا ہے، لیکن جب یہ تصور کیا جائے کہ ایسا کرنا اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر ہے تو یہ فعل کتنا مکروہ اور تکلیف دہ معلوم ہوتا ہے۔لہٰذا میری بیٹی آپ جتنا ممکن ہو غیبت کرنے اور غیبت سننے سے پرہیز کریں اور اپنی سہیلیوں کو بھی اس گناہ سے دور رہنے کی تلقین کریں۔

بیٹی! آپ کے لیے یہی مناسب ہے کہ آپ اپنا قیمتی وقت غیبت کرنے یا سننے کے بجائے مثبت اور تعمیری کاموں میں صرف کریں۔اگر آپ کے عزیزوں، رشتہ داروں یا ملنے والوں میں کوئی کسی کی عدم موجودگی میں اس کی برائی بیان کرے تو آپ اُس تک بھی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان پہنچا دیں۔اسی طرح چغلی کھانے یا کسی کی بات سن کر دوسرے تک پہنچانے کو ہمارے دین نے منع کیا ہے۔حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا : ’’بلاشبہ اللہ کے اچھے بندے وہ ہیں کہ جب انھیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے اور اللہ کے برے بندے وہ ہیں جو چغلی لے کر چلتے پھرتے رہتے ہیں اور چغلی کی وجہ سے محبت کرنے والوں میں جدائی کرنے والے ہوتے ہیں اور جو لوگ برائی سے بیزار ہیں ان کے لیے فساد کی تلاش میں رہتے ہیں‘‘ (مشکوٰۃ)

بیٹی! چغلی عام زندگی میں بھی اسی وجہ سے بدترین سمجھی جاتی ہے کہ اس سے دلوں میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور اس طرح زمین میں فساد پھیلتا ہے۔چغل خور کبھی بھی اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔شاید وقتی طور پر لوگ ایک کی کہی ہوئی بُری بات دوسروں تک پہنچا کر کوئی ذاتی مفاد حاصل کر لیتے ہوں، لیکن ایسے لوگ آخر کار ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔لہٰذا بہترین انسان وہی ہے جو خیر پھیلاتا ہے۔روٹھے ہوؤں کو منانا، مصالحت کرانا اور غلط فہمیاں دور کرنا، یہ سب خیر کے کام ہیں، جو بات جہاں سنی وہیں ختم کر دیں۔آگے صرف اچھی خبر پہنچائیں۔اگر کسی نے کسی کی تعریف کی ہے تو وہ ضرور بتائیں، تاکہ دلوں کی کدورتیں دور ہوں اور اسلامی بھائی چارہ اور محبت فروغ پائے۔

دعا گو

آپ کے ابو

سچی خوشی

قرۃ العین ہاشمی

سعدیہ ہر سال کی طرح ،اس بار بھی اسکول میں ہونے والے نعتیہ مقابلے کی تیاری میں جوش وخروش سے حصہ لے رہی تھی۔ سعدیہ کی آواز بہت خوبصورت تھی اور بارہ سال کی عمر سے ہی اس کا تلفظ اور ادائیگی بہت اچھی تھی۔ پچھلے تین سال سے وہ یہ نعتیہ مقابلہ جیت رہی تھی۔ اس لیے، اسے خود پہ بہت مان تھا کہ اس بار بھی وہ یہ مقابلہ ضرور جیتے گی! سعدیہ اپنے چار بہن بھائیوں میں سب سے بڑی تھی، اس لیے وہ اپنے چھوٹے بہن، بھائیوں پر بہت رعب جماتی تھی اور اکثر ان کی پٹائی بھی کر دیتی تھی۔ سعدیہ کا یہ غصہ، نہ صرف گھر، بلکہ آس پاس کے لوگوں میں بھی مشہور تھا۔ اسکول جاتے ہوئے، وہ وین میں بھی سیٹ کے لیے لڑکیوں سے لڑتی تھی، زیادہ تر سب سے اس کی ناراضی رہتی تھی، جب کہ سعدیہ کے والدین کی محلے میں بہت اچھی سلام دعا تھی وہ یہاں کے بہت پرانے رہائشی تھے، اس لیے محلے کے لوگوں سے ان کے تعلقات بہت گہرے تھے۔

سعدیہ کی خالہ نور بانو، سعودی عرب سے چھٹیاں گزارنے، پاکستان آئیں تو اپنے دونوں بچوں کے ساتھ، کچھ دن رہنے کے لیے ان کے گھر بھی آئیں۔ نور خالہ بہت نرم لہجے میں بولنے والی، سب سے بہت محبت سے پیش آتی تھیں۔ سعدیہ کو اپنی نور خالہ سے بہت محبت تھی۔ نور خالہ سے ہی اس نے نعتیں پڑھنا سیکھی تھیں۔ اس بار نور خالہ آئیں تو سعدیہ نے ان سے فرمائش کی کہ ”مجھے بھی آپ کی طرح اسکارف لینا ہے! نور خالہ مجھے سکھائیں گی کہ اسکارف کیسے باندھتے ہیں؟“

”کیوں نہیں! یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے!“ نور خالہ نے خوش دلی سے کہا۔ پھر نور خالہ نے اسے اسکارف باندھنے کا آسان طریقہ بتایا۔ تھوڑی سی اور مسلسل کوشش کے بعد آخر کار سعدیہ نے اسکارف باندھنا سیکھ ہی لیا۔ نعتیہ مقابلے والے دن، سعدیہ نور خالہ کو اپنے ساتھ ضد کر کے لے گئی۔ سعدیہ نے نعت بہت اچھی پڑھی، مگر اس بار پہلا انعام کسی اور بچے کو مل گیا۔ سعدیہ دوسرے نمبر پر آئی۔ واپسی پہ سعدیہ بہت اداس تھی، نور خالہ نے اسے مبارک باد دی اور اگلی بار زیادہ محنت کرنے کا کہا، مگر سعدیہ منہ بنا کر بولی تھی:

”نور خالہ! ضرور اس بار بے ایمانی ہوئی ہے، ہر سال میں ہی پہلا انعام لیتی تھی۔ اس بار یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی اور جیت جائے!“

”سعدیہ تمہاری طرح سب بچوں نے بہت محنت کی تھی اور ویسے بھی نعت پڑھنا صرف جیتنے کے لیے نہیں، بلکہ بہت سعادت کی بات ہے! تم خوش نصیب ہو کہ رب نے اتنی خوب صورت آواز عطا کی ہے، شکر ادا کیا کرو!“ نور خالہ نے نرمی سے اسے سمجھایا۔

سعدیہ پھر بھی سارا دن منہ پھلائے پھلائے پھرتی رہی۔ گھر آکر بھی اس نے اپنا

غصہ چھوٹے بہن بھائیوں کو ڈانٹ کر اتارا۔ سعدیہ کی امی' اس کے ایسے رویے کی وجہ سے بہت پریشان رہتی تھیں۔ نور خالہ سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہی تھیں۔ سعدیہ میں وقت کے ساتھ ساتھ بہت بدلاؤ آیا تھا' جو بہت پریشان کُن تھا۔ اگلے دن نور خالہ سب بچوں کو قریبی پارک میں لے گئیں۔ سب ہنسی خوشی کھیلنے لگ گئے' مگر سعدیہ منہ پھلائے ایک بینچ پر بیٹھ گئی۔ اسی وقت پارک میں ایک دس سال کی کمزور سے بچی' اپنے چھوٹے بھائی کی انگلی تھامے ہوئے داخل ہوئی۔ ان دونوں کا حلیہ دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بہت غریب گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ بچی' ایک جھولے کی طرف بڑھی' جب اچانک سعدیہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور اس بچی کے پاس جا کر اسے زور سے دھکا دیا۔ وہ بچی نیچے گر گئی اور اس کا چار سالہ بھائی' ڈر کر رونے لگا۔ نور خالہ فوراً آگے بڑھیں۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے سعدیہ؟" نور خالہ نے سختی سے پوچھا اور اس بچی کو سہارا دے کر اٹھانے لگیں۔ "خالہ اسے ہاتھ مت لگائیں! آپ کے ہاتھ گندے ہو جائیں گے۔" سعدیہ نے جلدی سے کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" نور خالہ نے حیرت سے پوچھا۔

"نور خالہ! یہ کچرا اٹھانے والے ہیں' اسی لیے میں اسے' ان جھولوں پر بیٹھنے نہیں دیتی۔ جاؤ یہاں سے اور دوبارہ مت آنا یہاں!" سعدیہ نے اس بچی سے کہا تو وہ جلدی سے اپنے بھائی کی انگلی تھام کر روتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ نور خالہ افسوس بھری نظروں سے یہ سب دیکھ کر رہ گئیں۔

"سعدیہ بہت بری بات ہے یہ!" نور خالہ نے کہا۔

"مگر خالہ وہ تو کچرا اٹھانے والے ہیں نا! تو پھر کیوں ہمارے ساتھ کھیلیں!" سعدیہ نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ نور خالہ گہری سانس لے کر رہ گئیں۔

"ادھر آؤ میرے پاس!" نور خالہ نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ بینچ پر بیٹھا لیا۔

"تمہیں پتا ہے نعت کا مطلب کیا ہوتا ہے؟" نور خالہ نے پوچھا تو سعدیہ نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے فوراً کہا۔

"پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی تعریف بیان کرنا۔۔۔!"

"شاباش! اگر تمہیں نعت کا مطلب پتا ہے تو تمہیں یہ بھی ضرور پتا ہوگا کہ آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ' سب کے لیے ایک مثال اور راہنمائی کا بہترین نمونہ ہے۔ تمہیں اس بات کا دکھ تو ہے کہ نعتیہ مقابلے میں پہلی پوزیشن حاصل نہیں کر سکی' مگر اس بات کا کوئی افسوس یا دکھ نہیں ہے کہ عام زندگی میں' آپ ﷺ کی اسوہ حسنہ پر نہیں چل رہی ہو! انعام جیتنا تو بہت چھوٹی سی بات ہے مگر اپنی زندگی کو سچ میں آپ ﷺ کی محبت اور اطاعت میں گزارنا ہی اصل کامیابی اور سب سے بڑا انعام ہے!" نور خالہ نے اسے سمجھایا۔ "وہ کیسے نور خالہ؟" سعدیہ نے حیرت سے سوال کیا۔

"اپنے عمل اور اخلاق درست کر کے! آپ ﷺ اپنوں کے ساتھ ساتھ' سب پر بہت مہربان اور شفیق رویہ رکھتے۔ آپ ﷺ کے اسی اخلاق اور کردار نے بڑے بڑے پتھر دل موم بنا دیے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی ساری زندگی میں کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا' کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی' کبھی اپنے سخت بولوں سے کسی کا دل نہیں توڑا' کسی کو کمتر نہیں سمجھا' پھر ہم آپ ﷺ کی امت ہو کر' آپ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کر کے' آپ ﷺ کی شان میں نعت کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے' آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر ہی عمل نہ کرنا' کیا یہ عجیب بات نہیں ہے!"

نور خالہ نے نرمی سے کہا تو پاس کھڑا سعدیہ کا چھوٹا بھائی فوراً بولا: "نور خالہ! سعدیہ آپی اچھی نہیں ہیں۔ یہ ہمیں بہت ڈانٹتی اور مارتی بھی ہیں اور آج تک کبھی اپنی کوئی چیز ہمیں کھیلنے کے لیے نہیں دی!" باقی بچوں نے سر ہلا کر تائید کی اور سب نے سعدیہ کے برے رویے کی شکایت کی۔ "سعدیہ سر جھکا کر سنتی رہی۔

"سعدیہ ابھی تم نے اس بچی کو اس لیے دھکا دیا اور برا بھلا کہا کہ وہ کچرا اٹھانے والی ہے مگر تمہارا رویہ' اپنے بہن بھائیوں' دوستوں' ساتھیوں کے ساتھ بھی اچھا نہیں ہے' آخر کیوں؟ اپنی چھوٹی سی کامیابی نے تمہارے اندر اتنا تکبر پیدا کر دیا کہ تم نے یہ سوچ لیا کہ پہلا انعام ہمیشہ صرف تمہارا ہی ہوگا؟ ایک بات یاد رکھو! انسان اچھے اخلاق کے بغیر کتنا ہی کامیاب کیوں نہ وہ جائے' وہ کبھی لوگوں کے دلوں کو نہیں جیت سکتا ہے۔ دلوں کو جیتنا ہے تو اپنا اخلاق' اپنا عمل اچھا کرو!" نور خالہ نے کہا تو سعدیہ نے اپنا سر اٹھایا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ وہاں سے اٹھ کر بھاگ گئی۔ نور خالہ پریشانی سے اسے پکارتی اپنی جگہ سے اٹھیں تھیں' مگر سعدیہ اپنے گھر پہنچ کر کمرے میں بند ہو گئی۔

"اسے کیا ہوا ہے؟" سعدیہ کی امی نے حیرت سے پوچھا تو نور خالہ نے انھیں ساری بات بتا دی۔ اگلے دن سعدیہ اپنے کمرے سے نکلی تو بہت چپ چپ تھی۔ نور خالہ نے بھی اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ کچھ دن اسی خاموشی میں گزر گئے۔ سعدیہ نہ کسی سے بات کر رہی تھی اور نہ نور خالہ کے ساتھ وقت گزار رہی تھی۔ نور خالہ کو بہت دکھ ہوا' مگر وہ خاموشی سے واپس جانے کی تیاری کرنے لگیں۔ اس دن نور خالہ کی خاص فرمائش پر' سعدیہ کی امی نے بریانی بنائی۔ سارے گھر میں بریانی کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ سب کو ہی بے تابی سے کھانا لگنے کا انتظار تھا۔ نور خالہ نے سب بچوں کو آواز دے کر کھانا لگنے کی اطلاع دی اور خود سعدیہ کی امی کے ساتھ مل کر میز پر برتن رکھنے لگیں۔ جب شرمندہ سی سعدیہ کچن میں داخل ہوئی۔

"اچھا ہوا سعدیہ تم بھی آ گئی ہو۔ چلو ساتھ مل کر کھانا کھاتے ہیں!" نور خالہ نے خوش دلی سے کہا تو سعدیہ نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنی امی کی طرف رخ کیا جو دم لگے چاول دیکھ رہی تھیں۔

"امی کیا ایک پلیٹ چاول مل سکتے ہیں!

(بقیہ ص 32 پر)

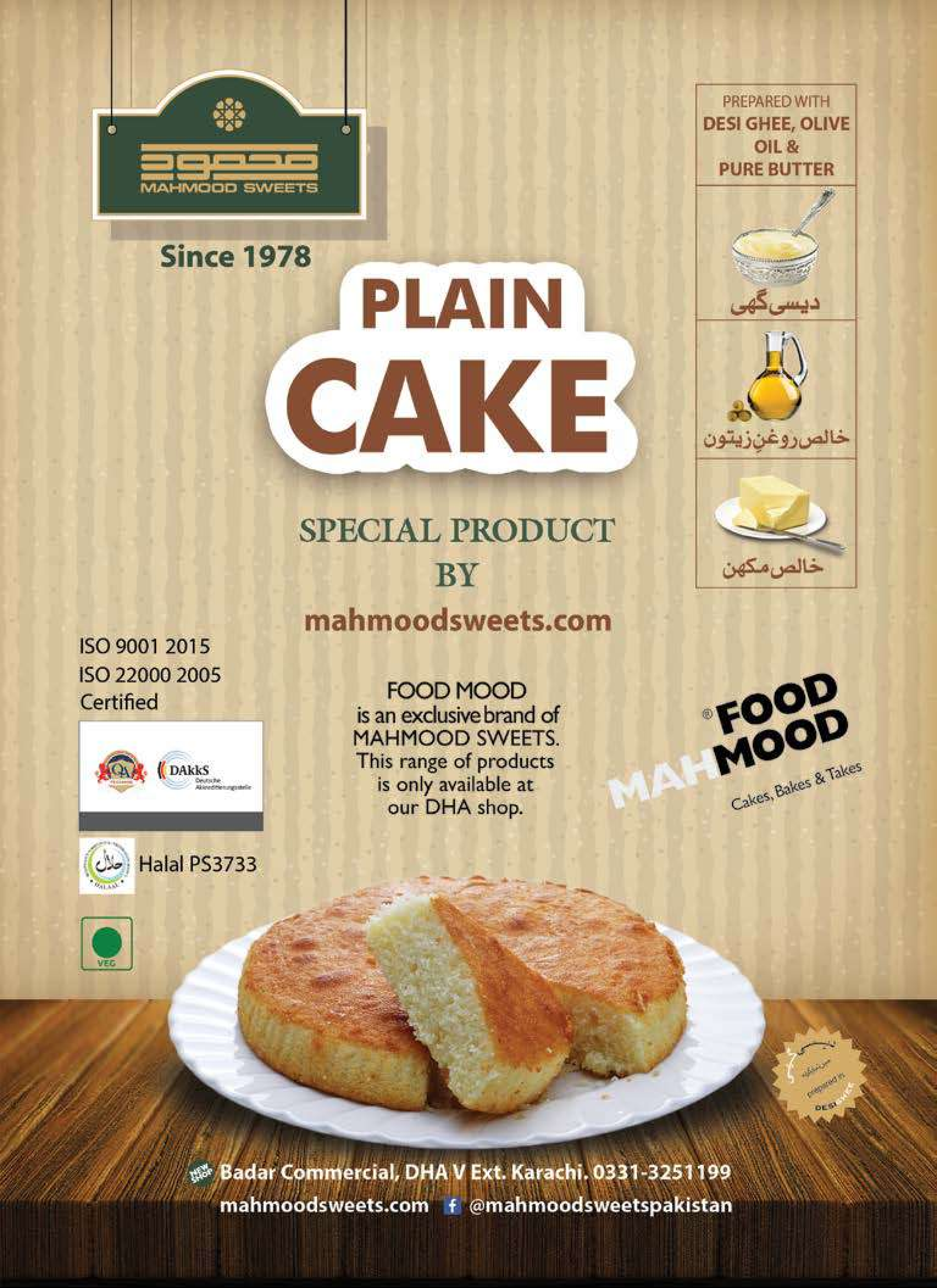
MAHMOOD SWEETS
Since 1978
PREPARED WITH
DESI GHEE, OLIVE OIL & PURE BUTTER
دیسی گھی
خالص روغنِ زیتون
خالص مکھن
PLAIN
CAKE
SPECIAL PRODUCT
BY
mahmoodsweets.com
ISO 9001 2015
ISO 22000 2005
Certified
DAkkS
FOOD MOOD
is an exclusive brand of
MAHMOOD SWEETS.
This range of products
is only available at
our DHA shop.
FOOD MOOD
MAH
Cakes, Bakes & Takes
Halal PS3733
VEG
Badar Commercial, DHA V Ext. Karachi. 0331-3251199
mahmoodsweets.com @mahmoodsweetspakistan

بسنے سے پہلے اجاڑ دیتی ہے گھر لالچ جہیز کی

صبا یونس قریشی

”کیسے کیسے لوگ ہیں دنیا میں؟اور کتنے بے حس؟“

”کئی واقعات ایسے ہوتے ہیں جنہیں سن کر ہمارا دل دہل سا جاتا ہے . . . اور بس نہیں چلتا کہ سارا منظر بدل ڈالیں۔۔۔

”ہوا یہ کہ آج شام جب چائے کے لیے ہم سب بہن بھائی اکٹھے ہوئے‘ یہ ہماری روز کی ترتیب ہے کہ اس وقت ہم سب اکٹھے بیٹھ کر چائے پیتے ہیں اور روز ہی تقریباً سب ایک دوسرے کو کوئی نئی تازی سناتے ہیں۔ پھر تبادلۂ خیالات بھی ہوتا ہے۔“

”بڑی بہن نے بتایا کہ خالہ آئی تھیں آج۔“ ”ہم نے پوچھا خیر سے آئیں تھیں؟ بھائی کے لیے رشتہ مل گیا کیا؟ ہمیں خوشی سی ہوئی‘ مگر۔۔۔“

”پھر جو تفصیل معلوم ہوئی تو بس تب سے ہی دل بہت اداس ہے۔ عجیب سا دکھ اور غم دل پر طاری ہے . . . .“

”پانچ چھ ماہ سے سن رہے تھے کہ خالہ اپنی بیٹی کی شادی کر رہی ہیں اور تیاری میں مصروف ہیں۔ سفید پوش لوگ ہیں۔ اپنی بساط بھر کر لیا‘ جو کر سکی۔ جب لڑکی کی نسبت طے ہوئی تو خالہ بڑی خوش تھیں کہ بھلے لوگ مل گئے۔۔۔ کیوں کہ لڑکے والوں نے کہا تھا کہ ہمیں بس لڑکی چاہیے۔۔۔ جہیز یا کوئی اور ہماری ڈیمانڈ نہیں۔۔۔ رشتہ بھی کوئی نیا طے نہیں ہوا تھا‘ بلکہ تقریباً سال بھر سے رشتہ قائم تھا۔ خیر آج خالہ روتی ہوئی آئیں۔۔۔“

”بٹھایا۔ چپ کروایا۔ وجہ پوچھی تو پتا چلا کہ جمعرات کو لڑکی کا نکاح ہوا تھا۔ جمعے والے دن خالہ نے اپنی بساط کے مطابق جہیز دے دیا۔ رخصتی اگلے جمعے کو ہونا تھی۔

کل لڑکے والوں کا فون آیا کہ یہ کیسا جہیز ہے؟ ہمیں تو گاڑی چاہیے اور ہماری مرضی کے مطابق خوب تر سامان جہیز۔۔۔

اور ہم بارات پر 500 بندہ لائیں گے۔ کھانے کا خوب انتظام رکھنا‘ ورنہ بیٹی اپنے پاس بٹھائے رکھنا۔“

”سادہ سی سفید پوش خالہ۔۔۔ کہاں سے یہ ساری ڈیمانڈ پوری کرے؟ جو گھروں کا ملاپ کروا کر روکھی سوکھی سی کھاتی ہے۔۔۔

دکھ کی بات یہ کہ نکاح ہو چکا ہے۔ اگر طلاق لے تو بیٹی کے ماتھے پر معاشرے کے مطابق طلاق کا جھومر سج جائے گا۔“

”خالہ کے لیے تو اللہ یقیناً کوئی نہ کوئی بندوبست فرما ہی دے گا‘ مگر ہم مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے؟ دنیا کی چند فانی چیزوں کی خاطر ہم بیٹیوں کی عزت سے کھیلتے ہیں؟

یہ واقعہ تو بالکل اپنے سامنے کا ہے‘ مگر ایسے کئی واقعات صبح سے شام تک ہمارے وطنِ عزیز میں روزانہ اَن گنت مقامات پر اَن گنت بار ہی پیش آتا ہے۔۔۔۔

مزے کی بات تو یہ ہے کہ کچھ دن پہلے خالہ جلی کٹی بیٹھی تھیں‘ بتا رہی تھیں کہ آج کل جہاں بھی جاتی ہوں لڑکی والے کہتے ہیں کہ ”ہم اپنی بیٹی کو جہیز میں گاڑی دیں گے۔ خالہ ! ! تو بس رشتے اچھے اور اعلیٰ ترین گھروں کے لے کر آ۔۔۔“ کیسا ماحول بنا رہے ہیں ہم مسلمان؟ گویا بیٹیوں کی قیمت لگا رہے ہیں؟

”جو لوگ گاڑی نہیں دے سکتے وہ ساری عمر بیٹی کو بیاہنے کے لیے ایک گاڑی کے لیے جمع جوڑی کرتے رہیں؟“

”جو دے سکتے ہیں وہ اشتہار لگا کر ہی کیوں دیتے ہیں؟

یا پھر ضروری ہے کہ گاڑی بنگلہ دیں؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اسی گاڑی بنگلے کی رقم سے غریبوں کی بیٹیوں کی عزت سے رخصتی کا سامان کر دیں۔

بیٹی غریب کی ہے یا امیر کی۔۔۔۔ہے تو بیٹی ہی۔"

"خدارا! امت مسلمہ پر چہاروں اور سے کڑا وقت ہے۔۔۔کم از کم شادی جیسے فطری تقاضے کو پورا کرنے میں اتنی شرائط عائد نہ کیجیے۔۔۔

اللہ و رسول نے صرف نکاح کا حکم دیا ہے۔ باقی لڑکا 'لڑکی کا اپنا نصیب ہے۔

اپنی فانی خواہشات کی تکمیل کی خاطر ہم نے اللہ کے اس حکم کو پسِ پشت ڈال دیا ہے کہ لڑکی اور لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد اچھا رشتہ میسر آتے ہی شادی کر دو۔۔

اللہ کے حبیب ﷺ کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے کہ "بابرکت شادی وہ ہے جس میں کم خرچ آئے۔۔۔""مگر۔۔۔

ہمارا معیار اس کے برعکس ہو چکا ہے۔۔۔غیر شرعی رسومات۔۔۔غیر شرعی ملبوسات۔۔۔اور پھر جہیز کی ڈیمانڈ۔۔۔"

خدارا!! اللہ کے حکم اور نبی اقدس ﷺ کی سنت کو اتنا مشکل اور ناممکن نہ کرو کہ

آنے والوں وقتوں میں امت کی بیٹیاں ننگے سر بازاروں میں مردوں کے ساتھ گھوم پھر کر اپنے فطری جذبات کی تسکین کا سامان کرتی نظر آئیں۔۔۔

اور مرد نکاح کے بجائے ناجائز تعلقات میں خوشی خوشی زندگی گزار دے۔"

"دینِ اسلام نہ صرف انسانی فطری تقاضوں سے ہم آہنگ ہے' بلکہ انسانی فطری تقاضوں کا علَم بردار بھی ہے

اور جتنی سہولت اور آسانی دینِ اسلام نے دی ہے' شاید کسی مذہب نے دی ہو۔۔۔شادی بھی ہمارے دین کا حصہ ہے۔ نکاح مسلمان کے دین کی تکمیل کرتا ہے۔

خدارا!! نکاح کو آسان کیجیے۔۔۔اپنی فانی خواہشات کے پیچھے اپنی آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں کسی بہن بیٹی کی زندگی کی بربادی کا سبب نہ بنیں۔"

بقیہ سچی خوشی

"امی کیا ایک پلیٹ چاول مل سکتے ہیں! کسی کے گھر دے کر آنے ہیں۔" سعدیہ نے پوچھا تو اس کی امی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا' مگر کچھ پوچھا نہیں۔

ایک بڑی سی پلیٹ میں بریانی ڈال کر سعدیہ کو تھما دی۔ سعدیہ کا چہرہ خوشی سے کِھل اٹھا۔

"نور خالہ آپ میرے ساتھ چلیں گی؟ کھانا ہم بعد میں آکر کھالیں گے!" سعدیہ نے پوچھا تو نور خالہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"مگر جانا کہاں ہے؟" نور خالہ پوچھتی رہ گئیں' مگر سعدیہ انھیں لے کر گھر سے نکل آئی اور کچھ دور جا کر گلی کی دائیں طرف مڑی اور پہلے گھر کے کھلے دروازے پر دستک دیتی ہوئی اندر داخل ہوگئی۔ گھر کی حالت بہت خراب تھی اور اس کی ہر چیز سے غربت ٹپک رہی تھی۔ نور خالہ یہ سب خاموشی سے دیکھ رہی تھیں۔ اسی وقت ایک چار سال کا بچہ اور اس کے پیچھے اسی دن والی بچی کمرے سے نکلی تو نور خالہ سب سمجھ کر خوشی سے سعدیہ کی طرف دیکھنے لگیں۔ اس لڑکی کی ماں بھی آوازیں سن کر کمرے سے نکل آئی۔ سعدیہ اس لڑکی سے اپنے برے رویے کی معافی مانگ رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں بیٹی! بچوں میں لڑائیاں ہو ہی جاتی ہیں!" اس کی ماں نے نرمی سے کہا۔ سعدیہ نے چاولوں کی پلیٹ ان کی طرف بڑھائی' جسے تھام کر ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ "میرے بچوں کو چاول بہت پسند ہیں مگر۔۔۔!" وہ عورت بے چارگی سے رو پڑی۔ نور خالہ نے آگے بڑھ کر انھیں تسلی دی۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھنے کے بعد وہ جب وہ وہاں سے نکلیں تو بہت خوش تھیں۔ سعدیہ چہک رہی تھی۔ آج اس نے سچی خوشی کا ذائقہ چکھا تھا۔ نور خالہ کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی کہ ان کی باتوں نے سعدیہ کو ایک نئی راہ دکھائی تھی اور یہ راہ اُس ذات مبارکہ کی ہے جو دنیا میں رحمتِ عالم بنا کر بھیجے گئے۔ نور خالہ جانتی تھیں کہ جہاں محمد ﷺ کا نام آجائے وہ جگہ مہک اٹھتی ہے اور سعدیہ تو آپ ﷺ کی سنت کو اپنی زندگی کے لیے مشعل راہ بنا رہی تھی' تو اس کی ساری زندگی کیسے روشن نہ ہوتی۔۔۔!

بقر عید کے دن قریب آرہے تھے۔

اس بار گڈّو میاں ایک تگڑے سے بکرے کو خریدنے کی فرمائش ابو جی سے کر چکے تھے۔

گڈّو میاں کی فرمائش پر ابو جی کو بھی قربانی کا جانور پالنے اور فربہ کرنے کی فضیلتیں یاد آنے لگیں

اور پھر آنے والے اتوار کو گڈّو میاں' ابو جی کے ہم راہ منڈی پہنچ گئے' حالاں کہ امی جی ابھی چند دن ٹھہر کر خریدنے کا کہتی رہ گئیں...!!

دو گھنٹوں کی کوشش کے بعد ایک خاکی سفید بکرا گڈّو میاں کو پسند آہی گیا۔

"صاحب جی! گھر کا پالا ہوا ہے۔" بکرے کا مالک بکرے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

آخر سودا ہو گیا' مگر بکرے میاں بڑے خرانٹ تھے۔ بڑی مشکلوں سے کھینچ تان کر گاڑی تک لائے گئے۔

گھر پہنچ کر گڈّو میاں نے بکرے کو نہلانے کا سوچا اور پھر گڈّو میاں پانی کا ڈول لائے اور سنجیدگی سے بکرے کو صابن سے رگڑنے لگے۔

بکرے میاں کو گُدگُدی کا احساس ہوا' انھوں نے اپنی پچھلی ٹانگیں بلند کیں' مگر پیچھے ہی پانی کا ڈول پڑا تھا۔ سارا پانی صحن میں پھیل گیا۔

گڈّو میاں پریشان ہو گئے۔ دوسرا ڈول بھر کر لائے۔ شیمپو سے ٹانگوں کو دھونے کے لیے بڑھے۔

بکرے میاں پھر جلال میں آگئے۔ پانی کا ڈول ایک بار پھر زمین بوس ہو گیا۔ اب تو گڈّو میاں بھی غصے میں آنے لگے۔

"ارے...!! یہ کیا...؟ صحن میں سوئمنگ پول بنانے کا ارادہ ہے... وہ بھی بکرے کے لیے؟" امی جی صحن میں آئیں اور حیرت سے بولیں۔

"وہ' امی...!! اصل میں بکرے میاں نے..." گڈّو میاں منمنائے۔

"میں تو تمہارے ابو جی کو پہلے ہی کہہ رہی تھی۔ ابھی عید میں دن ہیں۔ کون سنبھالے گا اس جانور کو

اور گڈّو میاں تو ویسے بھی ابھی چھوٹے ہیں' مگر مجال ہے جو تمہارے ابو کوئی بات سمجھیں۔" امی نے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

خیر!! گڈّو میاں شام تک بکرے میاں کو نہلا اور صحن صاف کرنے میں کام یاب ہو ہی گئے' مگر اپنی حالت بے حد بری تھی۔

بکرے میاں آوے ہی آوے... بکرے میاں آوے ہی آوے...

ہوا یہ کہ شام کو جب گڈّو میاں تھکن سے دوہرے ہو رہے تھے تو گڈّو میاں کے چاچو مہندی اور تاج کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے'

پھر بکرے کو مہندی سے رنگا گیا' تاج سر پر باندھا گیا اور پھر بکرے میاں کو گلی میں لایا گیا۔

آج تو بکرے میاں کسی ملک کے شہزادے بن گئے تھے اور سب بچے ان کو بھگاتے ہوئے نعرے لگا رہے تھے۔

بکرے میاں بھی خوب دوڑے جا رہے تھے اور گڈّو میاں بکرے کی رسی پکڑے خوشی سے کھلکھلا رہے تھے۔

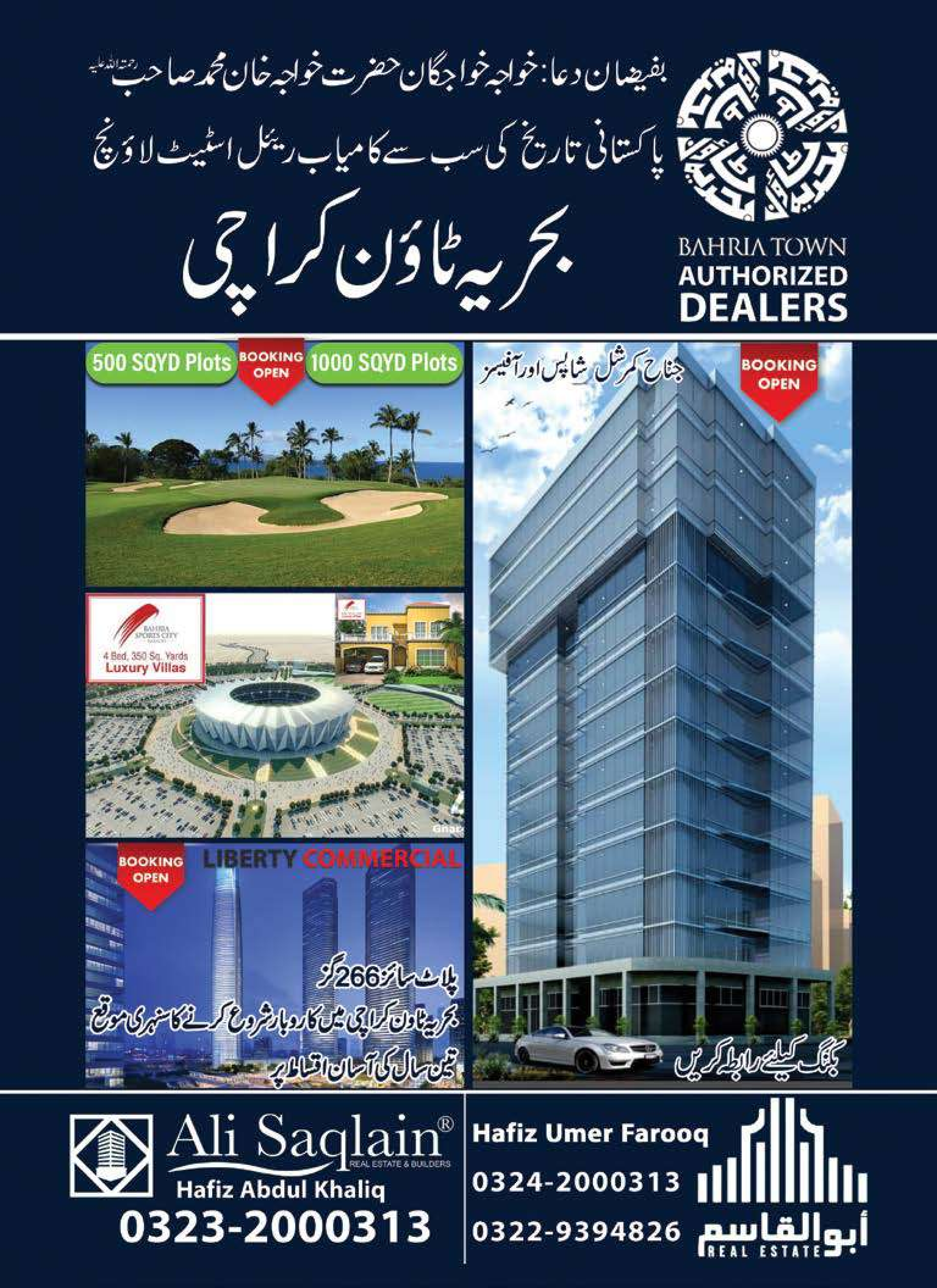
بفیضان دعا: خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ
پاکستانی تاریخ کی سب سے کامیاب رئیل اسٹیٹ لاؤنچ
بحریہ ٹاؤن کراچی
BAHRIA TOWN
AUTHORIZED
DEALERS
500 SQYD Plots
BOOKING OPEN
1000 SQYD Plots
جناح کمرشل شاپس اور آفسز
BOOKING OPEN
4 Bed, 350 Sq. Yards
Luxury Villas
BOOKING OPEN
LIBERTY COMMERCIAL
پلاٹ سائز 266 گز
بحریہ ٹاؤن کراچی میں کاروبار شروع کرنے کا سنہری موقع
تین سال کی آسان اقساط پر
بکنگ کیلئے رابطہ کریں
Ali Saqlain®
REAL ESTATE & BUILDERS
Hafiz Abdul Khaliq
0323-2000313
Hafiz Umer Farooq
0324-2000313
0322-9394826
ابوالقاسم
REAL ESTATE

ایک حرف ایک کہانی

دھوبی کا گدھا

ڈاکٹر الماس روحی

سندھ کے مشہور شہر سکھر میں ایک دھوبی رہتا تھا۔ اسے لوگ بھولو کہتے تھے۔ بھولو بہت موٹا تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ پُھرتیلا بھی تھا۔ وہ صبح سویرے اٹھ جاتا تھا اور اپنے سارے کام خود کرتا تھا۔ اس کے پاس ایک گدھا بھی تھا، جسے وہ گھاٹ کا پانی پلاتا اور ہری ہری گھاس کھلاتا تھا۔ اس کا گدھا بڑا تگڑا تھا۔ اس کی کھال چمکیلی تھی۔ وہ ہر وقت ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا رہتا تھا۔ وہ بھاگ بھاگ کر دھوبی کے سارے کام کرتا تھا۔ دھوبی کی بیوی کا نام چھایا تھا۔ چھایا قالینوں کا دھاگا کاتا کرتی تھی۔ اسے پھول بہت اچھے لگتے تھے۔ وہ اپنے کانوں میں موتیے کے پھول پہنتی تھی۔ دھوبی کے دُھول میں اَٹے کپڑے وہ جھٹ پٹ دھو دیا کرتی تھی۔ وہ لکھنا پڑھنا بہت اچھا جانتی تھی۔ اس کے گوٹھ میں وہ اَن پڑھ لڑکیوں کو لکھنا پڑھنا سکھاتی تھی۔ وہ لکھت پڑھت کے علاوہ سلائی کڑھائی بھی کرتی تھی۔ گاؤں کی کسی کی بھی شادی کے موقع پر کبھی دولھا اور کبھی دولہن والوں کی طرف سے دیے گئے شادی کے کپڑوں پر چھایا ہی کڑھائی کیا کرتی تھی۔ ان کے چھ بچے تھے جو بڑے ہی نکھٹو تھے۔ سب سے چھوٹی بیٹی ننھی تھی جسے گھر میں سب پیار سے بھولی کہتے تھے۔ یہ بچے دھات کے برتنوں میں رات کا کھانا خوب پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور پھر کھاٹ پر سیدھے لیٹ کر سو جاتے تھے۔ وہ صبح دودھ کی چھاچھ بہت مزے سے پیتے تھے۔ دن میں اگر کھٹی کھٹی چیزیں کھاتے تو رات میں ضرور کھانستے۔ اس کے بعد اماں سے انھیں خوب ڈانٹ پڑتی۔ یہ بچے کھیل کھیل میں لڑ پڑتے تھے۔ ماں نے ایک لکڑی چھیل کر ایک ڈنڈا بنایا۔ بچے اس ڈنڈے سے بہت ڈرتے تھے۔ وہ ڈنڈا اماں اپنے سرہانے رکھ کر سوتی تھیں۔ مٹی کے چولہے پر کھانا پکا کر وہ بچوں کو پہلے کھلاتی تھیں۔ بھولی کو تو دودھ میں کیلے چھیل کر چولہے پر گلاتیں اور پھر اسے کھلاتیں۔ بھولی بہت موٹی تھی۔ دھوبی کا ایک دوست کمہار تھا جو دھات کے برتن بنایا کرتا تھا۔ اسے سب تھالو کہتے تھے۔ اسے چھوٹے چھوٹے بچے بہت اچھے لگتے تھے۔ وہ بچوں کے ساتھ کھیلتا تھا۔ ”کھیلو بچو کھیلو۔ پیل دوج، آنکھ مچولی اور کبڈی کبڈی کھیلو۔ جو کھیلے گا وہ ہارے گا۔ پھر وہ چور بن جائے گا۔ جو جیتے گا، وہ اچھلے گا۔ کھیلو بچو کھیلو۔“

بچے تھالو کے ساتھ کھیل کر خوش ہوتے تھے۔ تھالو کی گدھے کے ساتھ بھی دوستی تھی۔ وہ بھولو سے شام کو گدھا لے جاتا۔ اس کا ایک چھوٹا سا کھیت تھا، جہاں گدھا زمین پر کھاد ڈالتا اور تھالو کا ہاتھ بٹاتا۔ ایک روز کھیت میں دور ایک گدھی بہت اداس کھڑی تھی۔ اس کے مالک ڈھولو نے اسے بھوکا رکھا ہوا تھا۔ وہ اس بے چاری گدھی سے ڈھیر سارا کام لیتا، لیکن اسے کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں دیتا تھا۔ گدھی نے اپنے مالک کی شکایت اس گدھے سے کی۔ یہ سن کر گدھا بہت پریشان ہوا۔ اس نے کہا: ”اچھا مالک ملنا بھی نصیب کی بات ہے۔ میرا مالک تو بہت رحم دل ہے۔ وہ میرا بہت خیال رکھتا ہے۔“

گدھے کی یہ باتیں سن کر گدھی روتے ہوئے بولی: ”بھائی گدھے! اس ڈھولو کے بچے سے میری جان چھڑاؤ۔ یہ خود تو بہت کھاتا ہے اور کھا کھا کر پُھول کر کُپّا ہو گیا ہے، مگر مجھے کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں دیتا اور مجھے بھوکا رکھتا ہے۔ یہ دیکھو! میں سوکھ کر کانٹا ہو گئی ہوں۔“ ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہی تھی کہ اچانک گدھے نے ڈھولو کو سامنے سے آتا ہوا دیکھا۔ گدھے نے فوراً ڈھولو کی طرف سرپٹ دوڑ لگائی اور اسے ایک زوردار ٹکر ماری۔ ٹکر کھا کر ڈھولو کھائی میں جا گرا۔ اس کے بعد گدھا اس بے چاری گدھی کو کمہار کے پاس لے گیا جو اپنے کھیت میں کام کر رہا تھا۔ اس نے سارا حال اسے سنایا۔ اب گدھی کمہار کے گھر رہتی ہے اور کمہار کے کھیتوں میں کام کرتی ہے۔ کمہار اس پر برتن رکھ کر بازار لے جاتا ہے اور اسے خوب پیٹ بھر کر ہری ہری گھاس کھلاتا ہے۔ رات کو وہ تھال بھر کر اپنے کھیتوں کے آم اپنے دوست بھولو کے گھر لے جاتا ہے۔ آدھے آدھے آم سب بچے کھاتے ہیں۔ بھولی آم کی گٹھلی چٹ چٹ کر کے چوستی ہے۔ سب ہنستے بولتے اور مل جل کر رہتے ہیں۔

گھاٹ	دھوبی کا کپڑے دھونے کا مقام
سوکھنا	کمزور ہونا
کمہار	برتن بنانے والا

چاند کی سیر

سویرا فلک

چمنستان ایک وسیع و عریض سر سبز جنگل تھا۔اونچے لمبے درخت ،نیلے اور شفاف پانی والی جھیل...اس کی خوب صورتی کا اہم حصہ تھے۔ گوشی خرگوش اور سونو گلہری ،اسی خوب صورت جنگل میں رہتے تھے۔ان دونوں کی دوستی بچپن سے قائم تھی۔ گوشی اور سونو،دونوں نیلی جھیل کے کنارے روز صبح ٹہلتے ہوئے آتے تھے اور شام کو اونچی نیچی کیاریوں میں خوب گھومتے پھرتے، کھیلتے کودتے تھے۔ سونو گلہری اکثر درختوں پر چڑھ کر گوشی خرگوش کو تازہ میٹھے اور رسیلی پھل لا کر دیا کرتی تھی،وہ دونوں ہمیشہ مل بانٹ کر کھاتے تھے۔ گوشی اور سونو کو کہانیاں سننے کا بہت شوق تھا،اس شوق کو پورا کرنے کے لیے وہ دونوں اکثر سیانی فاختہ کے پاس جایا کرتے تھے۔سیانی فاختہ ان دونوں میں بے پناہ محبت دیکھ کر بہت خوش ہوتی تھی اور ان کی دوستی کے سدا قائم رہنے کی دعائیں کرتی تھی۔

ایک دن سونو گلہری نے گوشی سے کہا: ”آؤ...سیانی فاختہ کے پاس چلتے ہیں۔ بہت دن سے کوئی کہانی نہیں سنی۔آج تو بہت دل چاہ رہا ہے۔“

یہ سن کر گوشی خرگوش نے کہا: ”سونو! تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی۔ چلو ابھی چلتے ہیں، پھر وہ دونوں سیانی فاختہ کے گھر پہنچ گئے۔سیانی فاختہ نے کہا: ”بڑے دن بعد نظر آئے۔ کہاں رہ گئے تھے؟“

گوشی نے کہا: ”معاف کیجیے گا خالہ،آنے کا وقت نہ ملا۔آج کہانی سننے کو دل چاہا تو بس چلے آئے۔آپ نے گھر کا کام کر لیا ہو تو ہمیں کوئی اچھی سی کہانی سنائیں۔ بڑا دل چاہ رہا تھا آپ سے کہانی سننے کو۔“

سیانی فاختہ نے کہا: ”میں نے سارا کام کر لیا ہے۔اچھا یہ بتاؤ... کس کی کہانی سنو گے؟ شرارتی لڑکے کی، بھوت کی، جنگل کے بادشاہ کی یا سنہری مچھلی کی؟“

”نہیں ،خالہ جان...!! یہ ساری کہانیاں تو پرانی ہو گئی ہیں۔آج آپ ہمیں کوئی نئی کہانی سنائیں۔مزے دار اور دل چسپ سی۔“ گوشی نے کہا تو سیانی فاختہ سوچنے لگی کہ ایسی کون سی کہانی ہو سکتی ہے۔تب ہی اچانک سونو نے کہا: ”سیانی فاختہ! آپ نے ایک بار کہا تھا کہ آپ ہمیں چاند کی کہانی سنائیں گی۔“

”ہاں چاند کی۔ میں نے سنا ہے وہاں پریاں رہتی ہیں۔“ سونو گلہری نے اپنی موٹی شان دار دُم ہلاتے ہوئے کہا: ”اور میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ چاند پر جانے والے مہمانوں کو چندا ماما اپنی چاند گاڑی میں بٹھا کر پورے چاند کی سیر کراتے ہیں۔“

گوشی نے رنگ برنگے ڈبوں والی سنہری گھنٹیوں سے سجی چاند گاڑی کا تصور

کرتے ہوئے کہا: ”تم نے بالکل صحیح سنا ہے، مگر چاند کی کہانی سننے کا اصل مزہ تو چاندرات کی چاندنی میں ہے۔ چاند کی ہر چودہ تاریخ کو چاند پر جشن منایا جاتا ہے۔ اسی لیے چاند، چودہ تاریخ کو سب سے زیادہ روشن ہوتا ہے۔ پریاں رقص کرتی ہیں اور چاند گاڑی ان کو پورے چاند کی سیر کراتی ہے۔ غرض یہ کہ خوب مزہ آتا ہے۔ آج سے ٹھیک تیس دن بعد چاند کی چودہ تاریخ ہے۔ اس دن چاند مکمل اور خوب روشن ہوگا۔ تم دونوں میرا نیلی جھیل کے کنارے انتظار کرنا۔ میں تم دونوں کو کہانی سنانے وہاں آؤں گی۔ ٹھیک ہے!!“ سیانی فاختہ نے کہا تو دونوں ایک ساتھ بول اٹھے: ”جی! بالکل ٹھیک ہے۔“ اس کے بعد وہ دونوں اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔ اب انھیں چاندنی رات کا انتظار تھا۔ انتظار کا ایک ایک لمحہ، اُن کے لیے طویل ہوتا جا رہا تھا۔ خدا خدا کر کے چاند کی چودھویں تاریخ آئی تو وہ دونوں جھیل کے کنارے پہنچ گئے۔ آج چودھویں کی چاند کی روشنی میں، نیلی جھیل ہمیشہ سے کہیں زیادہ خوب صورت لگ رہی تھی۔ چمکتے چاند کو کئی ستاروں نے اپنے جھرمٹ میں لیا ہوا تھا۔ گوشی اور سونو ہمیشہ کی طرح وہیں سیب کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے، وہ دونوں یک ٹک خاموشی سے یہ دل کش نظارہ دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے اس سے پہلے کبھی چودھویں کا چاند نہیں دیکھا تھا۔ چاند کی طرف دیکھتے ہوئے گوشی نے کہا:

”سونو! کتنا مزہ آتا، اگر ہم دونوں بھی چندا ماما کے جشن میں شریک ہو سکتے؟“ ”ہاں گوشی! میرا بھی دل چاہ رہا ہے۔ پریوں کا رقص دیکھنے اور چاند گاڑی میں سیر کرنے کا کاش...!! ہم بھی چاند پر جا سکتے۔“ سونو نے حسرت سے چندا ماما کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ”ایسا کرتے ہیں کہ ہم دعا کرتے ہیں۔ سیانی فاختہ نے بتایا تھا کہ جو بھی دعا دل سے مانگی جائے، وہ ضرور قبول ہوتی ہے... تو کیوں نہ ہم بھی اللہ میاں سے اپنی خواہش پوری ہونے کی دعا کریں۔“ گوشی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو سونو کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

”ہاں! ہاں! چلو ہم دعا کرتے ہیں۔“ سونو نے آنکھیں بند کر کے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ گوشی نے بھی ایسا ہی کیا اور دونوں دل ہی دل میں اللہ کو پکارتے ہوئے اور یاد کرتے ہوئے، اپنی خواہش پوری ہونے کی دعا کرنے لگے۔ ابھی چند لمحے گزرے ہی تھے کہ یکایک ایک سُریلی آواز نے انھیں چونکا دیا۔

”سونو اور گوشی!! کیا تم بھی ہمارے جشن میں شریک ہونا پسند کرو گے؟“

”سونو! تم نے کچھ سنا؟ یہ آواز کہاں سے آئی ہے؟“ گوشی نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”ہاں گوشی! سنا تو میں نے بھی ہے۔“ سونو نے بھی ڈرتے ڈرتے اِرد گرد نظریں دوڑائیں، مگر کوئی نظر نہ آیا۔

”ڈرو نہیں بچو...!! یہ میں ہوں چندا ماما۔“ وہی میٹھی آواز پھر سے آئی تو سونو اور گوشی نے حیرت سے نگاہیں اوپر کو اٹھائیں۔ وہاں چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک دھیمی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ ”کیا ہم واقعی آپ کے پاس آسکتے ہیں؟“ سونو اور گوشی خوشی خوشی چلائے۔

”ہاں! کیوں نہیں...!!“ چندا ماما نے مسکرا کر جواب دیا۔

”مگر کیسے...؟؟ آپ تو بہت دور ہیں، بہت اوپر ہیں۔“ اس دفعہ سونو اور گوشی کی آوازوں میں مایوسی شامل تھی۔

”ارے بھئی! اداس مت ہو۔ میں تم دونوں کے لیے چاند گاڑی بھیج رہا ہوں۔ اس میں بیٹھ کر تم لوگ آرام سے میرے پاس پہنچ جاؤ گے۔“ پھر چند ہی لمحوں بعد رنگین ڈبوں والی، ستاروں اور گھنٹیوں سے سجی ہوئی انتہائی خوب صورت اور بڑی سی چاند گاڑی زمین پر اُتر آئی۔ سونو اور گوشی جلدی سے سبز رنگ کے ڈبے میں بیٹھ گئے۔ پھر چاند گاڑی آہستہ آہستہ واپس چاند کی جانب جانے لگی۔ گوشی اور سونو کو یوں لگا گویا وہ ہوا میں اُڑ رہے ہوں۔ آتے جاتے سفید بادل ان کے گالوں کو چھوتے تو یوں لگتا گویا روئی کے نرم پھائے ان کو چوم رہے ہوں۔ چاند گاڑی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے چاند کے اندر داخل ہوگئی۔ گوشی اور سونو چاند گاڑی سے اترے تو چندا ماما نے کہا:

”السلام علیکم!! میرے ننھے مہمانو!! چاند کی سرزمین پر خوش آمدید...!!“ چندا ماما، بادلوں سے بنا ہوا سفید لباس پہنے ہوئے تھے، جو نیلے تاروں سے بُنا ہوا تھا۔ اس لباس میں وہ بہت نکھرے نکھرے اور پیارے لگ رہے تھے۔ انھوں نے گوشی اور سونو سے اپنا نرم ملائم کرنیں بکھیرتا ٹھنڈا ہاتھ ملایا تو دونوں کے جسموں میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ گوشی اور سونو حیرت سے چاروں جانب دیکھ رہے تھے۔ ہلکی، نیلی اور سفیدی مائل چاندنی سے پورا چاند روشن تھا۔ ایک جانب خوب صورت ستاروں سے بنے ریشمی لباس اور چمک دار پروں والی پریاں رقص کر رہی تھیں۔ دوسری جانب بڑی بڑی چاندی کی دیگوں میں مزے مزے کے کھانے بن رہے تھے، جن کی خوش بو سے سونو اور گوشی کی بھوک جاگ اٹھی تھی۔ چندا ماما ان دونوں کو لے کر کھانے کی میز پر آگئے۔

”سونو اور گوشی! ایسا کرتے ہیں کہ پہلے کھانا کھا لیتے ہیں، اس کے بعد تم دونوں کو چاند گاڑی میں بٹھا کر پورے چاند کی سیر کراؤں گا۔“

”جی! ٹھیک ہے۔“ سونو اور گوشی نے ہاں میں سر ہلایا۔ میز پر انواع و اقسام کے کھانے موجود تھے، اس کے علاوہ بہت سارے پھل، مٹھائیاں، دودھ کے گلاس، مزے دار شہد اور میٹھا پانی موجود تھا۔ سونو اور گوشی نے تمام چیزوں میں سے تھوڑا تھوڑا حصہ لے کر مزے مزے سے کھایا۔ پھر اللہ

رب العزت کا شکر ادا کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔تب چندا ماما نے ان کا ہاتھ تھاما اور کہا: ”چلو آؤ! اب میں تمھیں چاند کی سیر کراتا ہوں۔“

سونو اور گوشی، چندا ماما کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے چاند گاڑی میں آکر بیٹھ گئے اور چندا ماما نے گاڑی چلانا شروع کر دی۔ چاند گاڑی کی گھنٹیاں سُریلی آواز میں بج رہی تھیں۔آلودگی سے پاک ہونے کی وجہ سے چاند کی فضا صاف شفاف اور بہت ہی روشن تھی۔ چاروں جانب اونچے پہاڑ، سرسبز درخت نظر آرہے تھے اور خوش بودار پھول کھلے ہوئے تھے۔چاند کے تمام باسی آپس میں یوں کھیل رہے تھے، گویا ان میں بہت پیار، محبت ہو۔یہ دیکھ کر سونو کو خیال آیا کہ ہمارے چمنستان میں تو سب کچھ اُلٹ ہے، پھر اس نے چندا ماما سے پوچھا: ”چندا ماما...!! چاند پر اتنی خوب صورتی، امن اور محبت کیسے قائم ہوئی؟“

یہ سن کر چندا ماما مسکرائے اور کہا: ”گوشی اور سونو!! تمھیں معلوم ہے کہ چاند پر چودہ تاریخ کو جشن کیوں منایا جاتا ہے...؟؟“

”جی نہیں۔“ سونو اور گوشی نے نفی میں جواب دیا۔یہ سن کر چندا ماما نے کہا: میں بتاتا ہوں۔ میرے بچو!! پہلے چاند پر بہت برے حالات تھے۔ہر شخص خود غرضی میں مبتلا تھا کہ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ سرزمینِ چاند کی بھلائی کے لیے کچھ کریں، مگر میں اور میری دوست، جس کو تم زمین والے ”چرخہ کاتنے والی بڑھیا“ کہتے ہو، وہ بھی اسی طرح کی سوچ کے مالک تھے۔وہ آج دوسرے سیارے کی سیر کے لیے گئی ہوئی ہے، ورنہ میں تم دونوں کو اس سے بھی ضرور ملواتا۔ خیر...!! پھر آہستہ آہستہ یوں ہوا کہ چاند پر بے انتہا نفرت پھیلتی چلی گئی۔آلودگی اور گندگی سے چاند بہت بد صورت ہوگیا۔ پھر ہمیں خبر ملی کہ ہمارا پڑوسی سیّارہ ہم پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔تب ہمیں محسوس ہوا کہ ہم نے اپنی سرزمین کو نقصان پہنچا کر سرحدوں کو کمزور کر دیا ہے اور اپنی اس غلطی کا احساس ہوتے ہی ہم نے سچے دل سے اللہ کے حضور توبہ کی اور چاند پر امن مُہم شروع کر دی۔ ہم نے آپس میں پیار محبت کے پیغامات بانٹے، خُلوص کو فروغ دیا اور چاند کو از سرِ نو سجایا۔ پھر آج سے کئی سال پہلے چودہ تاریخ کو ہم نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا کہ کبھی بھی اپنی سرزمین کو اُجڑنے نہیں دیں گے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ ہم میں وقت پر اتّحاد پیدا ہوگیا اور اسی اتّحاد کی بدولت ہمارا وطن چاند...!! دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہا اور آج ہم آزادی جیسی نعمت سے مالامال ہیں۔ بس!! اسی عہد کی یاد میں ہم ہر چودہ تاریخ کو جشن مناتے ہیں۔“ یہ سن کر گوشی اور سونو کے سر شرم سے جھک گئے اور ان کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو ٹپک پڑے، جنھیں دیکھ کر چندا ماما گھبرا گئے اور بولے: ”ارے!! سونو اور گوشی کیا ہوا؟؟ تم دونوں اچانک رونے کیوں لگے ہو؟؟“

”چندا ماما!! ہم دونوں بہت بُرے ہیں۔ہم بھی خود غرض بن گئے ہیں۔ہمارے چمنستان میں بھی آج کل بہت اُداسی چھائی ہوئی ہے۔ نفرت اور گندگی نے وہاں ڈیرا ڈال لیا ہے، مگر چاند کی کہانی سننے کے بعد ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم بھی اپنے وطن چمنستان میں امن پھیلائیں گے اور اُسے صاف اور جنت جیسا خوب صورت بنائیں گے۔“ گوشی اور سونو نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا تو چندا ماما نے آگے بڑھ کر دونوں کو گلے سے لگایا: ”شاباش!! میرے بچو...!! میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔یاد رکھنا!! اللہ رب العزت ! کبھی محنت کو رائیگاں جانے نہیں دیتا اور نیک کاموں میں تو خصوصی مدد فرماتا ہے، اس لیے مشکلات سے بالکل مت گھبرانا اور ہمت مت ہارنا۔ چلو! اب میں تم کو تمھاری سرزمین پر واپس بھجوا دیتا ہوں، تاکہ تم لوگ جلد از جلد اپنے کام کا آغاز کر سکو۔“

”الوداع چندا ماما...!!“ سونو اور گوشی چندا ماما سے ہاتھ ملا کر چاند گاڑی میں سوار ہوگئے اور چاند گاڑی زمین کی جانب سفر طے کرنے لگی اور ساتھ ساتھ ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکوں نے سونو اور گوشی کو نیند کی وادی میں پہنچا دیا اور پھر جیسے چاند گاڑی زمین پر پہنچی تو سیانی فاختہ کی آواز نے سونو اور گوشی کو چونکا دیا: ”معاف کرنا بچو!! مجھے کھانا پکانے میں ذرا دیر ہوگئی۔ تم لوگ تو سوگئے تھے... کیا چاند کی کہانی نہیں سنو گے؟؟“

”چاند کی کہانی...؟؟“ گوشی اور سونو نے حیرت سے آنکھیں ملتے ہوئے کہا اور پھر جب ان کی سمجھ میں آیا کہ وہ خواب دیکھ رہے تھے تو وہ ہنسنے لگے، پھر انھوں نے سیانی فاختہ کو پورا خواب سنایا، جسے سن کر سیانی فاختہ نے کہا:

”گوشی اور سونو! خواب میں اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایک پیغام دیا ہے اور تمھیں اس کے مفہوم کو سمجھنا چاہیے۔ میرے بچو...!! میں بھی اس مُہم اور نیک کام میں تمھارے ساتھ ہوں۔ان شاءاللہ! ہم سب مل کر اپنی سرزمین کو امن کا گہوارہ اور جنت نظیر کا گوشہ بنا دیں گے، جس کا کوئی ثانی نہ ہوگا اور آپس میں اتحاد و محبت پیدا کریں گے، تاکہ ہماری یک جہتی کی طاقت کو دیکھتے ہوئے کوئی دشمن ہم پر غلط نگاہ ڈالنے کی جرات نہ کر سکے۔“ یہ سن کر گوشی اور سونو نے بھی جواباً کہا:

”ان شاءاللہ...!!“ پھر تینوں نے مل کر بلند آواز میں نعرہ لگایا:

”چمنستان ہمارا وطن زندہ باد، پائندہ باد۔“

The Burger Shack

YOUR ORDER,
OUR PRIORITY!

NOW DELIVERING: 111-TBS-TBS
(827-827)

تازہ ایمان اور پرانا ایمان

پیارے بچو! کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہمارا ایمان بھی پرانا ہو جاتا ہے؟
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان پرانا ہو جاتا ہے، جیسے کپڑا پرانا ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:
اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو، یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔
صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایمان کی تجدید کیسے کیا کریں؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لاالہ الااللہ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔
تو پیارے بچو! ہم بھی مسلمان ہیں۔ ہمیں بھی اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہنا چاہیے
اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب آپ اپنے اسکول کے لیے وین میں جائیں
یا کھیل کے لیے میدان کی طرف جائیں یا وہاں سے واپس آئیں
تو چپکے چپکے سے لاالہ الااللہ کا وِرد کرتے رہا کریں۔
اس سے آپ کا ایمان نیا اور تازہ ہو جائے گا
اور پھر آپ کو اللہ سے اور زیادہ محبت ہو جائے گی۔

ماہنامہ فہم دین
اگست کے نئے سوالات

سوال نمبر1: وہ کونسا خطہ ہے جہاں ہر قسم کی معدنی دولت پائی جاتی ہے؟
سوال نمبر2: عرق النسا کی بیماری کس نبی کو تھی؟
سوال نمبر3: حضرت احنفؒ جلتے چراغ پر انگلی کیوں رکھ دیتے تھے؟
سوال نمبر4: کونسے امام پیدائشی نابینا تھے؟
سوال نمبر5: اقصیٰ اور طہٰ کیا کھا پی رہے تھے؟

اگست کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر1: ترکوں کا باپ
سوال نمبر2: ابو حازم
سوال نمبر3: اقصیٰ کے محافظ
سوال نمبر4: وہاں سے شیاطین بھاگ جاتے ہیں
سوال نمبر5: علی نے

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہوگا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں،
یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

اگست کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1... فاطمہ خالد، شعبہ حفظ، کراچی
2... محمد یوشع، شعبہ حفظ، ایبٹ آباد
3... عریشہ آصف، چہارم، ملتان

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہمِ دین مبارک ہو۔

نوٹ: پیارے بچو! اس صفحے پر جو سوالات آپ سے پوچھے جاتے ہیں، ان کے جوابات ایک شمارہ چھوڑ کر اگلے شمارے میں ذکر کیے جائیں گے، تاکہ زیادہ سے زیادہ بچوں کے جوابات وصول ہو سکیں، پھر درست جواب دینے والوں کے نام بھی بتائیں گے اور اوّل، دوم، سوم کے لیے انعامات کا بھی۔

بازغہ وزیب، چہارم، 9 سال، ایبٹ آباد

سید عبداللہ علی، مونٹیسوری، 3 سال، کراچی

عائشہ نور، دوم، سال، روضۃ الاسلام کراچی

رملیہ سلیمہ، 9 سال
اقراء روضۃ الاطفال، لاہور

بچوں کے فن پارے

فضلیہ سلیم، چہارم، 8 سال، کراچی

ابن شیخ، 13 سال، کشمیر

عبید اللہ، چہارم، 10 سال، کراچی

ام حاتم، ششم، 11 سال، عائشہ صدیقہ اسلامک سکول، ایبٹ آباد

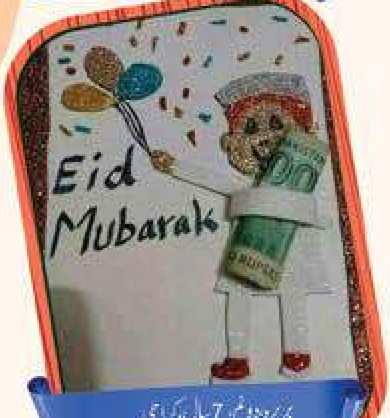

بریرہ، دوم، 7 سال، کراچی

حنظلہ عبدالرحمن ابدالی، 8 سال، دوم، مدرسہ امہات المؤمنات، کراچی

عیدِ قرباں کی حقیقی خوشیاں

سعدیہ فاروق

آج صبح سویرے ہی سے گھر میں قربانی کا جانور آنے کا شور مچا ہوا تھا۔ حمّاد اور حمیرا بہت پرجوش تھے۔ امی نے دونوں کو لڑائی سے بچانے کے لیے پہلے ہی دونوں میں تیاریاں تقسیم کر دی تھیں کہ کون جانور کو کھانا کھلائے گا اور کون سجائے گا۔ عید الاضحیٰ کی آمد میں تھوڑے ہی دن رہ گئے تھے، سو ابو ناشتے کے فوراً بعد منڈی جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ امی نے حمّاد اور حمیرا کو بھی تیار کر دیا۔

''ابو! ہم گائے لیں گے یا بکرا؟'' حمیرا نے معصومیت سے پوچھا تو ابو مسکرا کر جواب دینے ہی لگے تھے کہ حمّاد ایک دم سے بولا: ''ہم بکرا لیں گے۔ خوب موٹا تازہ اور میں اسے گھمانے لے کر جاؤں گا۔ تم سے تو وہ ویسے بھی سنبھالا نہیں جائے گا اور رسی تڑوا کر بھاگ جائے گا۔''

''حمّاد! بہت بری بات ہے۔ یہ کون سا طریقہ ہے چھوٹی بہن سے بات کرنے کا؟ اور آپ نے ابو کی بات بھی کاٹی ہے۔ کیا آپ بھول چکے ہیں کہ ہمارا دین ہمیں بڑوں سے ادب و احترام اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے۔'' امی نے حمّاد کی خبر لی۔

حماد نے پہلے سر جھکا کر معافی مانگی اور پھر بولا: ''لیکن میں اپنے سب دوستوں سے کہہ چکا ہوں کہ ابو میری فرمائش کے مطابق بکرا ہی لائیں گے۔'' یہ سن کر حمیرا نے منہ بسورتے ہوئے کہا: ''امی! میں نے سوچا تھا کہ میں اپنی گائے کو خوب سجاؤں گی اور جب اپنی مہندی لگاؤں گی تو اس کے پیروں پر بھی مہندی لگاؤں گی۔''

امی ابو پہلے تو یہ سن کر خوب ہنسے پھر بولے: ''بیٹا! آپ دونوں کی فرمائش کو ایک ساتھ پورا کرنا تو ممکن نہیں ہے۔ اب آپ دونوں میں سے کسی ایک کو اپنی خواہش سے دست بردار ہوتے ہوئے قربانی دینا ہوگی۔''

''قربانی تو جانور کی ہوتی ہے ابو...!! ہم کیوں قربانی دیں گے؟'' حمیرا نے سہم کر پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا تو امی نے جھٹ سے اسے گلے لگا لیا اور پھر ابو کی طرف دیکھا تو وہ سب سمجھ گئے کہ بچوں کو قربانی کے صرف لفظی معنی معلوم ہیں، یعنی ذبح کرنا۔ تب انھوں نے گہرا سانس لیا اور دونوں بچوں کو اپنے دائیں اور بائیں طرف بٹھایا اور پھر دونوں کے گرد بازو پھیلا کر بولے: ''پیارے بچو! قربانی کا اصل مفہوم ذبح کرنا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں، اس کی پسند، رضا اور خوش نودی کی خاطر پسندیدہ شے کو قربان کر دینے کا نام ہے، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اللہ کے فرماں بردار اور اطاعت گزار نبی تھے، جب انھوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو (جو خود بھی نبی تھے) ذبح کر رہے ہیں اور پھر آنکھ کھلنے پر خواب سنایا اور کہا کہ ''شاید یہ اللہ رب العزت کی طرف سے اشارہ ہے کہ میں تمھیں قربان کر دوں۔''

انھوں نے سر جھکا کر کہا: ''آپ اللہ کا حکم پورا کریں۔ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔'' تب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو صحرا میں لے گئے اور ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر انھیں زمین پر لٹایا اور چھری گلے پر پھیرنا شروع کی ابھی چھری گلے پر پھیرنے ہی والے تھے کہ ایک دُنبہ اللہ کی طرف سے بھیجا گیا اور پھر ایک غیبی آواز آئی: ''حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے، اس دنبے کی قربانی کیجیے۔''

ہم دراصل اسی یاد میں حلال جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ اب آپ بتائیے کہ آپ دونوں بہن بھائی قربانی کا اصل مطلب سمجھ گئے؟؟'' ابو نے پوچھا۔

دونوں نے اثبات میں سر ہلایا اور حمّاد بولا: ''ابو! میں بڑا بھائی ہوں۔ آپ بکرا اگلے سال لے آئیے گا۔ ابھی میں اپنی بہن کے چہرے پر خوشی دیکھنا چاہتا ہوں، کیوں کہ عید والے دن میری بہن اداس رہے... یہ میں نہیں دیکھ سکتا۔ ویسے بھی سال تو یوں ہی گزر جاتا ہے۔'' حمّاد نے متانت اور سنجیدگی سے کہا تو امی نے آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوم لیا۔ ابو نے بھی اسے گلے لگا لیا۔

''شاباش بیٹا!! واقعی عید کی اصل خوشی دوسروں کو خوش کرنے میں ہی ہے۔ مجھے تم پر فخر ہے۔ چلو! اب منڈی چلتے ہیں، ورنہ رش بڑھ جائے گا۔'' ابو نے دونوں کا ہاتھ تھاما تو دونوں بچوں نے ابو کی ہم راہی میں قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔

St. Ives

ORIGINAL SWISS FORMULA

Brighten Up!

with

AMERICA'S NO.1 & AWARD WINNING

Scrub Brand

Your face comes first, and when it looks great, you do too.

100% Natural Extracts
Paraben Free
Oil Free
Dermatologist Tested
Hypoallergenic

AT A PRICE, EVERY ONE CAN AFFORD

COMPLETE RANGE OF ALL **SCRUBS BODY LOTION & BODY WASHES**
AVAILABLE AT ALL MAKEUP CITY OUTLETS & LEADING STORES NATION WIDE

میں پہلے مسلماں ہوں

ظفر علی خان

"اَسلمتُ" پکاروں گا باندازِ ابراہیم
مسلم ہوں مرا شیوۂ دیرینہ ہے تسلیم

کی ہے مرے ہادی نے مجھے صبر کی تلقین
دی ہے مرے آقا نے مجھے رضا کی تعلیم

جاہل ہو مخاطب تو میں کہتا ہوں "سلاما"
بُھولا نہیں میں اپنے پیغمبر کی یہ تفہیم

دل جوئیِ اغیار مجھے مدِّ نظر ہے
کرتا ہوں میں دنیا کے سب اَدیان کی تکریم

لیکن میں پرستار نہیں خاکِ وطن کا
دیتا نہیں اس بُت کو کسی شکل میں تعظیم

قائل نہیں میں ہِند کے ان فلسفیوں کا
جو ہم کو دِلاتے ہیں یقیں از رہِ تحکیم

جب تک کہ نہ ہو تابعِ ایماں، خاکِ وطن
اس ملک میں ممکن نہیں اک قوم کی تنظیم

ایمان تو اک نور ہے، دل جس سے ہے روشن
اس نور پہ کب خاک کو ہو سکتی ہے تقدیم

میں پہلے مسلمان ہوں بعد اس کے ہوں کچھ اور
وہ تھی مری تخصیص تو یہ ہے مری تعمیم

بخشی گئی دنیا بھی، ملا دین بھی مجھ کو
جس وقت کہ اسلام کی دولت ہوئی تقسیم

اے دینِ مبیں! ہند میں در پیش ہے تجھ کو
آج ایک نیا خوف، نیا خطرہ، نیا بیم

توحید کے فرزند ہیں کفار کی زد میں
اور سب سے بڑا حربہٗ کافر ہے زر و سیم

ہم کفر کی شب خوں سے ڈرے ہیں نہ ڈریں گے
بڑھتے ہیں جو کفار تو ہم پڑھتے ہیں حٰم

مرتا ہو جو پیاسا بھی تو گنگا و جمن سے
لب تر نہ کرے جرعہ کشِ کوثر و تسنیم

بدلی ہے نہ بدلے گی مسلمان کی فطرت
اللہ کے قانون میں ہوتی نہیں ترمیم

اتباعِ سنت

طالوت ملتانی

حذیفہؓ عاشقِ اسلام کے ہاتھوں سے جب اک دن
زمین پر گر پڑا روٹی کا لقمہ ایک عجلت سے

اٹھایا اور پونچھا، پونچھ کر پھر رکھ لیا منہ میں
کراہت کے بغیر اس کو طبیعت کی بشاشت سے

ادب سے عرض کی خادم نے، آقا! عجمی سارے
سمجھتے ہیں بعید اس کو طبیعت کی نفاست سے

کہیں ایسا نہ ہو اس فعل سے یہ لوگ حضرت کو
کریں مطعون آپس میں حقارت اور نفرت سے

ہے آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل جواب ان کا
پڑھیں اہلِ ہدیٰ اس کو چشمِ بصیرت سے

محبت کی نظر سے دیکھ کر خادم سے فرمایا
چمک اٹھی جبیں ان کی معاً نورِ حقیقت سے

سمجھتے ہو کہ اب ان احمقوں کے پاسِ خاطر سے
کروں گا انحراف اللہ کی سچی شریعت سے

یہ ممکن ہے کہ میں دنیا و مافیہا کو ٹھکرا دوں
یہ ناممکن ہے، پھر جاؤں نبیؐ کی پاک سنت سے

عظیم ذہانت

ایک دن کا ذکر ہے۔ حضرت امام مالکؒ نمازِ عید پڑھ کر اپنے استاد حضرت ربیعہ رائےؒ کے گھر چلے گئے۔ گھر کے دروازے پر دستک دی۔
حضرت ربیعہ رائےؒ نے اپنی باندی سے فرمایا کہ ”جاؤ! دیکھو کون ہے؟“ باندی نے دیکھا اور بتایا: ”امام مالکؒ ہیں۔“
انھوں نے امام صاحب کو اندر بلوایا اور کہا: ”مجھے معلوم تھا کہ تم نماز پڑھ کر سیدھا میرے گھر آؤ گے۔ اب آ ہی گئے ہو تو کھانا کھا کر جانا۔“
امام مالکؒ نے فرمایا: ”آپ بس مجھے کچھ حدیثوں کا درس فرمادیں۔“
حضرت ربیعہ رائےؒ نے انھیں 17 حدیثیں پڑھ کر سنادیں اور ان حدیثوں کا ترجمہ اور تشریح بھی سنادی۔
حضرت ربیعہ رائےؒ نے امام مالکؒ سے فرمایا: ”سننے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا، تمہیں یاد کرنی پڑیں گی۔“
امام مالکؒ نے کہا: ”جی! مجھے یاد ہیں۔“ ربیعہ رائےؒ نے فرمایا: ”سناؤ ذرا۔“ تو امام مالکؒ نے 17 حدیثیں پڑھ کر سنادیں۔
پھر حضرت ربیعہ رائےؒ نے 40 حدیثیں اور سنادیں اور فرمایا: ”کیا تمہیں یہ یاد ہیں؟“ امام مالکؒ نے کہا: ”جی ہاں!“ حضرت ربیعہ رائےؒ نے فرمایا: ”سناؤ ذرا۔“ تو امام مالکؒ نے 40 حدیثیں بھی پڑھ کر سنادیں، پھر حضرت ربیعہ رائےؒ نے فرمایا: ”اٹھو! تم علم کے خزانے ہو...!! تم دین کے محافظ ہو...!!“

مرسلہ: عبدالرشید، متعلّم جامعہ بیت السلام کراچی

موٹو

علی کو بچے موٹا ہونے کی وجہ سے ”موٹو“ پکار کر چڑاتے تھے۔ اس کے دوست اس کو بہت تنگ کرتے تھے، مگر وہ ان کے ساتھ اچھا کرتا تھا۔ ایک دن انھوں نے اس کے جوتے چھپادیے تو وہ بغیر جوتوں کے گھر چلا گیا۔ اس نے جب اپنی امی کو بتایا تو اس کی امی نے اسے سمجھایا کہ ”حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مسلمانوں پر حکومت تھی۔ ایک رات وہ مسجد میں گئے، ان کے ساتھ ان کا محافظ تھا۔ مسجد میں بہت اندھیرا تھا۔ ایک آدمی مسجد میں سو رہا تھا۔ آپؒ اسے دیکھ نہ پائے اور آپ کا پاؤں اس آدمی لگ گیا۔ وہ شخص غصہ میں آکر بولا: ”کیا مسئلہ ہے آپ کے ساتھ؟ کیا آپ پاگل ہیں (نعوذ باللہ)؟“ لیکن آپؒ غصے میں نہیں آئے اور آپؒ نے فرمایا کہ ”نہیں۔“ آپؒ کے محافظ نے اس آدمی کو مارنا چاہا تو آپؒ نے منع کردیا اور فرمایا کہ ”اس نے تو مجھ سے صرف یہ پوچھا تھا کہ آپ پاگل ہیں کہ نہیں...“ ایسے تھے ہمارے بڑے...!! امی ایک لمحہ رکیں اور پھر کہا: ”اگر وہ آپ کو تنگ کرتے ہیں تو وہ اپنا نقصان کرتے ہیں۔“ علی باہر چلا گیا۔ افنان: ”ابے! موٹو آرہا ہے۔ چلو... تنگ کرتے ہیں اسے۔ موٹو...! موٹو...!“ مگر اسے پرواہ ہی نہیں تھی۔ پھر انھوں نے کہا: ”اب کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔“ انھوں نے اس کے راستے میں کیلے کے چھلکے رکھ دیے اور آگے کھڈّا کھود دیا۔ وہ جب آیا تو کھڈے میں گر گیا اور اس کے ہاتھ میں جو دودھ تھا، وہ بھی گر گیا۔ افنان نے اس کی دودھ کی تھیلی دور گرادی، لیکن علی چپ چاپ کھڑا ہو کر جانے لگا تو اسے دھڑام...!! کی آواز آئی۔ علی نے پیچھے مُڑ کر دیکھا، افنان کو ایک گاڑی والے نے زوردار ٹکر ماردی تھی۔ کچھ دنوں بعد علی افنان کے گھر گیا تو افنان نے اس سے کہا: ”مجھے معاف کردو۔ مجھے بہت بڑی سزا مل گئی ہے۔“ تو علی نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا: ”میں نے تو تمہیں پہلے ہی اللہ کے لیے معاف کردیا تھا۔“ اس نے کہا: حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو تمہارے ساتھ برا کرے، تم اس کے ساتھ اچھا کرو۔“

مرسلہ: حسیب الدّین، متعلّم جامعہ بیت السلام کراچی

اتفاق میں برکت ہے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک جنگل میں دو بیل رہا کرتے تھے۔ ان دونوں میں بڑی دوستی تھی۔ وہ ہر آفت کا مقابلہ مل کر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان پر شیر نے حملہ کردیا، مگر ان دونوں نے مل کر شیر کو ایسا سبق سکھایا کہ شیر کو مجبوراً وہاں سے بھاگنا پڑا۔ اسی جنگل میں ایک لومڑی بھی رہا کرتی تھی۔ وہ بہت چالاک تھی۔ وہ ہر وقت ان دونوں میں لڑائی کرانے کی ترکیب سوچتی رہتی تھی۔ ایک دفعہ وہ اپنے مقصد میں کام یاب ہوگئی اور اُن دونوں بیلوں کے درمیان لڑائی ہوگئی اور وہ دونوں الگ ہوگئے۔ اس بات کا پتا شیر کو چل گیا اور اس نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ ایک دن موقع پاکر شیر نے حملہ کردیا۔ پہلے شیر نے ایک بیل پر حملہ کیا اور دوسرا بیل مدد کے لیے جب آگے نہ بڑھا تو شیر نے دوسرے بیل کو بھی چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ اس طرح دونوں بیل اپنی نااتفاقی کے باعث جان گنوا بیٹھے۔ سچ کہتے ہیں کہ ”اتفاق میں برکت ہے۔“

مرسلہ: محمد اُسید، متعلّم جامعہ بیت السلام کراچی

PUE

PERVAIZ UMAR ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents
Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

گلدستہ

کیا نیک کام صرف رمضان کے ساتھ خاص ہیں؟

حضرت والا نے اس ملفوظ میں زکوۃ سے متعلق ایک اصول بیان فرمایا، لیکن یہ بات صرف زکوۃ کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ یہی اصول تمام اعمال کے اندر جاری ہے، ہم لوگ رمضان میں تو اعمال کے اندر تھوڑا بہت اہتمام کرتے ہیں، چناں چہ ہوتا یہ ہے کہ جتنے نیک کام ہیں، سب رمضان کے لیے اٹھا کر رکھ دیے ہیں۔ نفلیں پڑھیں گے تو رمضان میں تلاوت کریں گے تو رمضان میں، رات کو اٹھیں گے تو رمضان میں اور اشراق اور چاشت کے نوافل پڑھیں گے تو رمضان میں پڑھیں گے۔ اس طرح ہم نے سارے کام اٹھا کر رمضان کے لیے رکھ دیے ہیں اور ادھر جیسے ہی رمضان ختم ہوا، ادھر سارے اعمال ختم۔ اب نہ تو تلاوت ہے، نہ ذکر ہے، نہ نوافل ہیں، نہ اللہ تعالیٰ کی یاد ہے اور نہ گناہوں سے بچنے کا وہ اہتمام ہے۔ رمضان میں گناہ کرتے ہوئے ذرا شرم آجاتی ہے کہ بھائی! رمضان کا مہینہ ہے، ذرا آنکھ کی حفاظت کرلیں، ذرا کان کی حفاظت کرلیں، ذرا زبان کی حفاظت کرلیں، لیکن رمضان کے گزرتے ہی گناہوں کی چھٹی مل گئی۔ اب نہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام ہے اور جو نیک کام رمضان میں شروع کیے تھے، نہ ان کو باقی رکھنے کا اہتمام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کو ایک تربیتی کورس بنایا ہے، جب تم اس تربیتی کورس سے گزر گئے اور اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے خاص ملکات مثلاً روزے سے تراویح سے، اعتکاف سے، ذکر سے، تسبیح اور تلاوت سے تمہارے اندر، جو جِلا پیدا فرمادی، اس کو اب برقرار رکھنا تمہارا کام ہے، لہٰذا رمضان کے بعد جب تم عام زندگی کے اندر داخل ہو تو اس جذبے کو برقرار رکھنا تمہارا کام ہے۔

(اصلاحی مجالس، ج: 2، ص: 122، اسلام اور دورِ حاضر کے شبہات، ص: 281-282)

حمدِ باری تعالیٰ

فصیل پر ہیں ہوا کی روشن جس کے
سیاہ راتوں میں جس نے روشن شجر کیے ہیں
وہ جس نے موجوں کو تیشہ اندازیاں سکھا کر
رقم چٹانوں پہ راز ہائے ہُنر کیے ہیں
وہ جس کی رحمت نے دشت کے دشت
سبزہ و گُل سے بھر دیے ہیں
وہ جس کی مِدحت میں حرف و آواز گنگنائیں
خموشیاں جس کے گیت گائیں
وہ جس کے جلوے اُفق اُفق ہیں
وہ جس کی کرنیں شفق شفق ہیں
اَزل سے پہلے، اَبد سے آگے
اُسی کو ہر اختیار حاصل
اُسی کو غرور و وقار حاصل
وہ ایک مالک، اُسی کا سب ہے
وہی تو رَب ہے، وہی تو رَب ہے

صبیح رحمانی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

تحریر کیجیے، کبھی تقریر کیجیے
سرکارؐ کے پیام کی تشہیر کیجیے
ذکرِ جمیلِ شاہِؐ اُمَم سے بہرِ نفس
تاریکیوں میں کاوشِ تنویر کیجیے
جو ذکرِ مصطفیٰؐ میں ہیں مصروف روز و شب
ایسے نفوسِ پاک کی توقیر کیجیے
بے سُود ہے یہ نیک تمنّا پہ انحصار
اپنے عمل سے خواب کی تعبیر کیجیے
باطل کے ہر نظام کی تردید سے مدام
تفسیر و شرح نعرۂ تکبیر کیجیے
اصناف ہیں سخن کے بہت اَور بھی مگر
تا عمر صرف نعت ہی تحریر کیجیے
کب تک رہیں گے آپ گناہوں میں اے حبیبؔ
اب توبۃ النصوح کی تدبیر کیجیے

قاری سید حبیب اللہ حبیبؔ

زندگی جیسی بھی ہے اسے قبول کریں

دنیا کی حالت تو یہ ہے کہ وہ لذتیں ختم کر دیتی ہے' تھکاوٹیں پیدا کر دیتی ہے' پریشانیوں کی ماں ہے' رنگ برنگی ہے' کدورتیں اور رکاوٹیں پیدا کرنے والی ہے' اسی وجہ سے آپ اس سے تکلیف میں ہیں۔آپ ایک پُر اثر زندگی گزاریے۔خیالی پلاؤ نہ پکائیے۔ایک مثالی زندگی گزارنے کے لیے تیار ہو جائیں' زندگی جیسی بھی ہے' اسے خندہ پیشانی سے قبول کریں۔اپنے دل میں اسے بسر کرنے اور اس کے ساتھ گزارا کرنے کے لیے جگہ پیدا کیجیے۔آپ کو اس دنیا میں کوئی کامل آدمی نہیں ملے گا' آپ کا اس دنیا میں ہر کام پورا نہیں ہو گا' کیوں کہ کمال تو اس دنیا کی شایانِ شان ہی نہیں۔آپ کی بیوی سے آپ کی زندگی میں کوئی کمال نہیں آئے گا' حدیث میں ہے: ''کوئی مومن بھی کسی مومنہ کو فارغ نہ کرے (طلاق نہ دے' کیوں کہ) اگر اس کی ایک عادت بری معلوم ہوتی ہے تو دوسری کوئی عادت اچھی بھی لگتی ہو گی۔'' لٰہذا مناسب ہے کہ ہم عفو و درگزر سے کام لیں' نرمی اختیار کریں' مشکل کو نظر انداز کر دیں' کبھی کبھی نظر جھکا بھی لیا کریں' خطا معاف بھی کر دیا کریں اور کچھ چیزوں سے درگزر بھی کر لیا کریں۔

(کام یابی کے سنہرے اصول' ص: 118)

آپ کے اشعار

تُو ہماری زندگی' پر زندگی کی کیا اُمید؟
تُو ہماری جان' لیکن کیا بھروسہ جان کا!
ذوقؔ

نہ کتابوں سے' نہ وعظوں سے' نہ زر سے پیدا
دِین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا!
اکبرؔ الٰہ آبادی

یہ عشق نے دیکھا ہے' یہ عقل سے پنہاں ہے
قطرہ میں سمندر ہے' ذرّہ میں بیاباں ہے!
اصغرؔ گونڈوی

یہ قدرت' ضُعف میں بھی ہے فُغاں کو
کہ دے پٹکے زمیں پر آسماں کو!
مومن خاں مومنؔ

جاتے جاتے بھی وہ باتیں' آہ وہ باتیں تری
ہلکی ہلکی' میٹھی میٹھی' پیاری پیاری' ہائے ہائے!
رئیسؔ امروہی

انیسؔ اللہ تجھ پر سہل کر دے قبر کی منزل
لَحد کا دھیان جب آتا ہے' کیا کیا دِل دھڑکتا ہے!
میر انیسؔ

حقِ تربیت

ہر ایک انسان کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی استعداد' صلاحیت کے مطابق ''تربیت'' اور ''تعلیم'' حاصل کرے' لٰہذا اس کو پڑھنے اور لکھنے اور جہاں تک اُس کی استعداد ہو مدد کرے' اسے فنون و علوم میں ملکہ پیدا کرنے اور مختلف درجاتِ تہذیب سے مہذب ہونے کا کامل حق ہے۔

اس ''حق'' کے ملنے کی وجہ یہ ہے کہ ''تربیت'' آزادی اور ترقی پذیر زندگی کے وسائل میں سے بہترین وسیلہ اور ذریعہ ہے' اس لیے کہ اگر کسی قوم میں جہل پھیل جاتا ہے تو اس کے تمام اطراف اور جوانب میں برائی کا زہر دوڑ جاتا ہے اور اس میں قوم کے اقتصادی' سیاسی' اجتماعی اور مذہبی' غرض ہر قسم کے شعبے یکساں و مساوی ہیں' البتہ علم سیکھنے والے ہی میں یہ قوت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی صحیح ضرورتوں کو سمجھنے اور اُن کے حصول کے لیے بہتر تدابیر انجام دے اور جاہل کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ عمدہ طریقے پر زندگی کا نظام قائم کرے۔

ایک ''تعلیم یافتہ خاندان'' صحت و تندرستی کے حفاظتی امور پر جاہل خاندان کے افراد سے کہیں زیادہ قادر ہوتے ہیں اور جب کسی قوم میں جہل بڑھ جاتا ہے تو اس میں فقر' نافرمانی اور جرائم کی کثرت ہو جاتی ہے اور نمائندوں کے انتخاب کے وقت' تعلیم یافتہ حضرات زیادہ بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کس کو چنا جائے اور کس کو نہیں اور وہی صحیح رائے کے اہل بن سکتے ہیں اور اگر وہ خود منتخب کر لیے جائیں تو ان کی نگاہ صحیح اور ان کی رائے زیادہ مضبوط ثابت ہوتی ہے۔اسی طرح ایک ''تعلیم یافتہ عورت'' بھی اپنی اولاد کی تربیت' گھر کا انتظام اور اپنے خیالات کی رفتار کو زیادہ سے زیادہ بہتر طریقہ پر انجام دے سکتی ہے۔

علم درحقیقت اخلاقِ حسنہ اور صحیح مذہب تک پہنچنے کا دروازہ ہے' اسی کے ذریعے انسان اپنے نفس کو پہچانتا اور اسی کے وسیلے سے اپنی بلند زندگی کو حاصل کرتا اور اسی کے واسطے سے اپنی ترقی کو پہچانتا اور اسی کی وجہ سے نجاتِ اَبدی اور حیاتِ سرمدی کی راہ (مذہبِ حق) کو پاتا ہے۔

اس حق کے پیشِ نظر' حکومت پر فرض ہے کہ وہ قوم کے افراد میں سے ہر فرد کے لیے علمی وسائل مہیّا کرے' تاکہ وہ تربیت کے اس درجے تک پہنچ سکے' جس کی بدولت وہ ''جماعت'' کا بہترین ''فرد'' بن سکے اور جماعت کے حقوق و فرائض کو اچھی طرح پہچانے۔

اخلاق اور فلسفہ اَخلاق' ص: 271-272

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی
اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

اگست 2018ء بطابق ذی قعدہ 1439ھ

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ نے اپنے گزشتہ رفاہی سال 18-2017 میں زندگی کے تمام میدانوں میں اپنی خدمات کی رپورٹ جاری کردی

شام روہنگیا مہاجرین اور فلسطینی مسلمانوں کے لیے طبی، مالی، غذائی اور رہائشی مکان کی خدمات نے بیت السلام کا قد اور بلند کردیا

فوڈ بنک اور عمومی دستر خوان سے 14 لاکھ 60 ہزار افراد کو کھانا کھلایا، 4780 من گوشت تقسیم کیا، اہل شام کے لیے روٹی پلانٹ سے 4 کروڑ 32 لاکھ روٹیاں تقسیم ہوئیں

57500 افراد تک راشن پہنچا، کپڑوں کے 97072 جوڑے تقسیم ہوئے، 27 ہزار سے زائد لوگوں کو جوتے پہنائے گئے، 43 ہزار سے زیادہ افراد کو چھت فراہم کی گئی

تقریباً 11 کروڑ روپے کی طبّی خدمات انجام دیں 30 ہزار سے زیادہ طلبہ کو اسکالر شپ دی گئی، پاکستان کے ساتھ ساتھ شام میں بھی گراں قدر تعلیمی خدمات انجام دیں

اولمپیاڈ کے ذریعے 80 سے زیادہ دینی اور عصری تعلیمی اداروں کے تقریباً 2500 طلبہ کو اتحاد کے لیے قوم، قبیلے، رنگ و نسل، مذہب و مسلک سے بالاتر ہو کر اسٹیج فراہم کیا

اولمپیاڈ کے ذریعے 80 سے زیادہ دینی اور عصری تعلیمی اداروں کے تقریباً 2500 طلبہ کو اتحاد کے لیے قوم، قبیلے، رنگ و نسل، مذہب و مسلک سے بالاتر ہو کر اسٹیج فراہم کیا

کراچی (جائزہ رپورٹ) بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی سال 18-2017 کی رپورٹ کے مطابق بیت السلام کی خدمات میں قابل قدر اضافہ دیکھنے میں آیا، تعلیمی خدمات کا دائرہ پاکستان سے باہر نکل کر شام تک جا پہنچا ہے، چناں چہ شام میں دینی اور عصری تعلیم پر مشتمل دو ادارے بیت السلام چلا رہا ہے، شامی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ روہنگیا مہاجرین کے خدمات اور فلسطین کے مظلوم مسلمانوں تک افطاری پہنچا کر بیت السلام نے اپنے قد میں یقیناً اضافہ کیا ہے ترکی و شام کے سنگم پر واقع روٹی پلانٹ سے سال بھر میں 4 کروڑ 32 لاکھ روٹیاں فراہم کی گئیں، بیت السلام فوڈ بنک اور عمومی دستر خوان سے تقریباً 14 لاکھ 60 ہزار افراد کو کھانا کھلایا گیا، قربانی کے علاوہ سال کے دوران مختلف مواقع پر مختلف مقامات پر 4780 من گوشت تقسیم کیا گیا، 57500 افراد تک راشن پہنچایا گیا، مستحق افراد میں کپڑوں کے 97072 جوڑے تقسیم کیے گئے، 27 ہزار سے زائد لوگوں کو جوتے پہنائے گئے، 43 ہزار سے زیادہ افراد کو چھت فراہم کی گئی، تقریباً 11 کروڑ روپے کی طبّی خدمات انجام دیں 30 ہزار سے زیادہ طلبہ کو اسکالر شپ دی گئی، 72942 کمبل اور 47480 جرسیاں و شالیں تقسیم کی گئیں، اولمپیاڈ 2018 کے ذریعے 80 سے زیادہ دینی اور عصری تعلیمی اداروں کے تقریباً 2500 طلبہ کو اتحاد کے لیے قوم، قبیلے، رنگ و نسل، مذہب و مسلک سے بالاتر ہو کر اسٹیج فراہم کیا۔

رمضان میں بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ نے مثالی خدمات انجام دیں

اہل خیر کا بھرپور اعتماد، کراچی، اسلام آباد، لاہور اور فیصل آباد میں قائم بیت السلام کے دفاتر پر بھلائی کے کاموں میں حصہ لینے کے لیے زبردست رجوع رہا

کراچی (خصوصی رپورٹ) رمضان 1439/2018 میں بیت السلام نے پاکستان کے ساتھ ساتھ شام، برما اور فلسطینی مسلمانوں کے لیے بھی خدمات انجام دیں، اہل خیر کی سہولت کے لیے کراچی میں پانچ نئے دفاتر قائم کیے گئے، جب کہ اسلام آباد، لاہور، فیصل آباد میں بھی دفاتر قائم ہوئے، سپر اسٹوروں پر بھی کاؤنٹر بنائے گئے۔ ان دفاتر پر اہل خیر کا زبردست ہجوم اور رجوع رہا، مکاتب قرآنیہ کے ذریعے ملک کے پس ماندہ علاقوں میں مستحق افراد تک راشن، کپڑے اور افطاریاں تقسیم کی گئیں، متاثرین شام کے لیے غذائی اور دیگر ضروری اشیاء پر مشتمل 61 کنٹینر بھیجے گئے، اہل شام ہی کے لیے ایک کروڑ سے زیادہ مالیت کی چالیس ہزار افطاریوں کا اہتمام کیا گیا، 6 کروڑ مالیت کے ملبوسات بھیجے گئے اسی طرح روہنگیا مہاجرین کی سحری، افطاری کے لیے ایک کروڑ سے زیادہ مالیت کی غذائی اشیاء بھیجی گئیں، پہلی بار فلسطین کے مسلمانوں کے لیے بھی بڑی مقدار میں افطاری اور دیگر غذائی اشیاء بھیجی گئیں کراچی کے ساتھ لاہور اسلام آباد، فیصل آباد اور تلہ گنگ میں بیت السلام فوڈ بنک فعال رہا اور اس نے ملک بھر میں تقریباً ستر ہزار افراد تک پکا پکایا کھانا پہنچایا۔

J.
FRAGRANCES
Generation
Feel the Rush
GENERATION
J.
Shop online at www.junaidjamshed.com
J.Fragrances
J.JunaidJamshed
FragrancesJ
J.Fragrances

BAITUSSALAM

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

اجتماعی قربانی 2018

شام / برما
وغیرہ میں فی حصہ
22,000

پاکستان
بکرا درجہ اول
20,000
بکرا درجہ دوئم
15,000

پاکستان
گائے درجہ اول
9,000
گائے درجہ دوئم
6,000

پچھلے سال کی تفصیل	افراد کی کل تعداد
سندھ	277,109
پنجاب	195,207
خیبر پختونخواہ	97,524
اسکردو، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر	71,426
بلوچستان	29,532
شام	31,839
برما اور بنگلہ دیش	7356

رابطہ نمبر:
+92-21-111-298-111
+92-3-111-298-111
+92-320-qurbani (7872264)
+92-323-qurbani (7872264)
ای میل:
qurbani@baitussalam.org

Dubai Islamic Bank
Branch: Clifton Branch Karachi
Account Title: Baitussalam Welfare Trust
Branch Code: 0009
Swift Code: Duibpkka
Account No.: 0383104002
IBAN: Pk81duib0000000383104002

Bank Islami Pakistan Limited
Branch: DHA Phase 4 Branch
Account Title: Baitussalam Welfare Trust
Branch Code: 1024
Swift Code: Bkippkka
Account No. : 1024-1030876-0001

Meezan Bank
Branch: DHA Phase 4 Branch
Account Title: Baitussalam Welfare Trust
Branch Code: 0127
Swift Code: Meznpkka
Account No.: 0127-0102749031
IBAN: Pk58mezn0001270102749031

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +92 316 2881088